انسان اور ہمزاد

تحریر :اقصی طارق

وہ گاڑی میں بیٹھی فون پر بات کر رہی تھی ۔ ڈی آپ کہاں ہے،آج کتنی دیر ہو گئی ہے ۔ بس دس منٹ میں پہنچ رہی ہو۔ یہ کہ کر اس نے فون بند ہی کیا تھا کہ ٹائر کے پھٹنے کی آواز آئی اور گاڑی درخت سے جا لگی وہ کچھ سمجھ پاتی دوسری گولی شیشہ توڑتی سر کے پاس سے گزری وہ کچھ سوچے بغیر گاڑی سے نکل کر بھا گی۔ سڑک سنسان تھی وہ کس طرف جا رہی تھی اسے خود نہیں معلوم تھا۔ اسے بس اپنے پیچھے قدموں کی چھاپ سنائی دے رہی تھی۔ اس کے منہ سے کرہانے کی آواز نکلی اور بازوں سے خون کا فوارہ بہنا شروع

ہو گیا ۔ اسے آج موت نظر آ رہی تھی۔ وہ بھاگ رہی تھی پیچھے

مسلسل قدموں کی چھاپ سنائی دے رہی تھی اچانک کسی نے اسے

یہ نظر آیا درخت کے پیچھے کھنیچھا ۔ وہ دو آدمی تھے اسے بس

اور وہ بہوش ہو گی۔

سارم خون زیادہ تو نہیں بہا یہ سر کو زندہ چاہئے"۔"

"وہ بچ جائے گی گولی بس چھو کر گزری ہے ۔"

اس آنکھیں کھول کر دیکھا وہ ایک روشن جگہ تھی۔ یقینا وہ ہسپتال

تھا وہ پھر بہوش ھو گئی۔

ایک ہفتہ قبل(پہلے)

یہ منظر ایک تین کمرے کے فلیٹ کا تھا۔ یہ فلیٹ چھوٹا مگر بہت

نفیس اور خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔

"حدید کہاں ہو ناشتہ تیار ہے".

(حجاب میں لیپٹی انوشےعمر چوبیس 24 سال. گندمی رنگ پر شہد

رنگ آنکھیں گالوں پرابھرنے والے گھڑے کسی کو بھی اس کی طرف

دوبارہ دیکھنے پر مجبور کر سکتے تھے.حدید عمر سترا17سال .

رنگ گندمی، آنکھیں ڈارک براؤن، کالے بال . بہن سے بلکل الگ .

میٹرک کے ریزلٹ کے انتظار میں تھا.باپ کا سایہ بچپن میں ہی اٹھ گیا

تھا. دو سال پہلے ماں کے سایے سےمہروم ہونے کے بعد انوشے نے

ایک چھوٹا سا بزنس شروع کر لیا).

حدید کے آنے کے بعد دونوں ناشتہ کرنے لگے.

"رزلٹ کب تک آئے گا". انوشے نے پوچھا.

بس اسی ہفتہ آ جائے گا اور انشاللہ اس بار پھر ٹاپ کروں گا.(وہ

بچپن سے ہی زہین تھا اور ہمیشہ ٹاپ کرتا تھا).

"اس بار ٹاپ کرنے پر آپ مجھے نئے ماڈل کی بائیک لے کر دیں گی۔"

"میرا بھائی کوئی فرمائش کرے اور میں پوری نہ کروں ایسا ہو سکتا ہے"۔انوشے نے کہا۔

"آپ دنیا کی سب سے اچھی بہن ہو"۔حدید نےانوشے کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"مجھے آفس میں کام ہے میں آج لیٹ ہو جاؤ گی اپنا خیال رکھنا اوررات کا کھانا کھا لینا"۔ انوشے نے ناشتے کے برتن اٹھاتے ہوئے کہا۔

انوشے گاڑی میں بیٹھ کر اپنے آفس کیلئے نکلی۔

انوشے کا فون بجا۔

"اسلام عیکم"۔کون؟

دوسری طرف والا شخص خاموش رہا۔

"ہیلو کس سے بات کرنی ہے؟"۔انوشے نے پھر پوچھا۔

گہری خاموشی۔۔۔۔

"جب بات نہیں کرنی تھی تو کال کیوں کی ہے"۔انوشے نے غصہ سے

یہ کہہ کر فون رکھ دیا۔

اتنے میں سامنے سے ایک تیز رفتار گاڑی آئی۔انوشے اپنی گاڑی

سمبھالنے کی کوشش میں درخت سے جا لگی۔

خون کی ایک پتلی سی لکیر اس کے ماتھے پر نظر آئی لوگ جمع ہو

گئے ہسپتال لے جایا گیا پٹی کروانے کے بعد وہ گھر جانے کی بجائے

آفس کی طرف نکلی۔

اپنی سیکٹری(ریہا)کو کال کی۔"سرفراز میٹنگ کے لیے آئے تھے"

"میم آئے تو تھے مگر"۔ریہا نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

مگر کیا؟

"وہ آپ فون بھی نہیں اٹھا رہی تھی انہوں نے آدھا گھنٹہ ویٹ کیا پھر غصے میں چلے گئے اور کہا کہ اب یہ ڈیل نہیں ہو سکتی آپ کہاں تھی میم آپ کیوں نہیں آئی"؟

"میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا". وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

وہ اپنے آنسو روکنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔" آج میں آفس نہیں آ پاؤں گی"

"کل ہم سرفراز سے اس بارے میں بات کرنے کی کوشش کریں گے".

فون بند کرنے کے بعد وہ گھر کی طرف روانہ ہوئی ."پتہ نہیں کتنی دیر سڑک پر پیدل چلتی رہی اور یہ سوچتی رہی کہ آخر وہ ہی کیوں"؟

وہ رکی اور آسمان میں ڈھلتے سورج کو دیکھا۔

"یہ میٹنگ کتنی اہم تھی پہلے ہی کافی نقصان ہو چکا ہے آفس ورکر کی پے ایک ہفتے بعد حدید کا رزلٹ ہے پھر اس کے کالج کی فیس دوسرے آخراجات سب کیسے ہو گا".

انوشے نے ایک گہرا سانس لیا "اب میں کیا کروں گی"۔؟

"اب میں سرفراز کو میٹنگ کے لیے کیسے مناؤں اور اگر وہ نہ مانے تو" ؟انوشے آگے کچھ سوچ نہ سکی۔ وہ آگے سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

گھر میں داخل ہوتے ہی حدید کی نظر انوشے پہ پڑی۔وہ انوشے کے سر پر پٹی دیکھ کر پریشانی سے اس کی طرف بڑھا ۔

"ڈی آپ کو کیا ہوا"؟وہ فکر مندی سے بولا اورانوشے کو لیے صوفے پر بیٹھا ۔

"کچھ نہیں بس ایک چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا میں ٹھیک ہوں"۔اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

کچھ اور پریشانی بھی ہے ڈی؟

"نہیں "۔ انوشے نے جواب دیا۔

"مگر آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں"۔ حدید نے دوبارہ پوچھا۔

"ہاں بس گاڑی کا نقصان کچھ زیادہ ہو گیا "۔انوشے نے نظر چراتے ہوئےکہا۔

"میں آرام کرنا چاہتی ہوں"۔ وہ یہ کہتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی

"کیا وہ سچ کہہ رہی تھی" ؟ اس نے سوچا اور کچن کی طرف بھڑ گیا۔

انوشے اپنی بالکنی میں بیٹھی مایوسی سے چاند کو دیکھ رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔

" آ جاؤ حدید"۔

"یہ لیں ڈی آپ کی کافی"۔ حدید نے یہ کہتے کافی کا کپ انوشے کی طرف بڑھایا اور ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا۔

" ایک دفعہ میں اسی طرح چھت پر بیٹھا چاند دیکھ رہا تھا،

جب ماں میرے پاس آئی اور چائے کا کپ بڑھا کر پوچھا پریشان ہو

بیٹا""؟

میں نے انہیں کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

پھر ماں نے پوچھا مایوس ہو،میں نے کہا "نہیں"۔پتہ ہے ماں نے کیا

کہا ؟

انوشے نے بے ساختہ پوچھا۔"کیا"

انہوں نے کہا۔" مایوسی تمہاری آنکھوں اور چہرے سے جھلک رہی

ہے، صرف منہ سے کہہ دینا کافی نہیں،یاد رکھنا دنیا چھوڑ دیتی ہے

خدا نہیں چھوڑتا،کوشش کیے بغیر کبھی مایوس مت ہوا کرو"۔

"اگر میں ہار جاؤں تب بھی نہیں" ؟حدید نے اپنی ماں سے پوچھا۔

"جب بچہ پہلا قدم اٹھاتا ہے تو لڑکھڑاتا ہے گرتا ہے پھر اٹھتا ہے پھر

گرتا ہےمگر چلنے کی کوشش نہیں چھوڑتا"۔حدید کی ماں نے اس کا

ماتھا چوم کر کہا۔

"ڈی مجھے پتہ ہے آپ پریشان ہیں مایوس ہے،مگر میں یہ بھی جانتا

ہوں اللہ آپ کو اور مجھے ہم سے بڑھ کر جانتا ہےاور جب وہ ایک

راستہ بند کرتا ہے تو کئی راستے کھول دیتا ہے".

اس نے کافی کا ایک اور گھونٹ بھرا اورپھر بولا،"امید ہے میں نے

آپ کی کچھ الجھنوں کو کم کیا ہوگا".

انوشے اسے دیکھ کر مسکرائی اور سوچا " اس سے کچھ بھی

چھپانا بہت مشکل ہے".

"انوشے ڈی آپ کے کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے" ۔ حدید نے کہا ،انوشے

نے کافی کا کپ اٹھایا اور دونوں بہن بھائی کافی دیر تک باتیں کرتے

رہے ۔

انوشے نے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔"

اے رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے ، اے

میرے رب مجھے استقامت دے تو ہر چیز پر قادر ہے،اللہ میرے

لیےجس چیزکا حصول ناممکن ہے، تواس پربھی قدرت رکھتا ہےتو کن کہےتو فیکون ھوتا ہے".

میرے رب ! میری مدد فرما، ِمیرے خلاف کسی کی مدد نہ کر، میری نصرت فرما ,میرے خلاف کسی کی نصرت نہ کر.(ابو داود)-1510

انوشے آج ایک نئی امید لے کر اپنے دفتر آئی تھی .آفس میں آنے کے کچھ دیر بعد ہی اسے سرفرازسر کے آنے کی خبر ملی سرفراز نے دفتر میں داخل ہوااور سلام کر کے پر بیٹھ گیا۔

انوشے نے تعجب سے پوچھا۔ آپ یہاں؟

"آپ ہمیں یہاں کھینچ ہی لائی۔ میرا مطلب آپ کا پروجیکٹ".اس نے زو معنی انداز میں کہا۔

"مجھے ریہا نے بتایا اس دن آپ کیوں میٹنگ کے لیےنہیں آئی اب کیسی ہیں آپ ؟". اس نےبہت شوخ لہجے میں پوچھا۔

"اب ٹھیک ہوں "۔انوشےکو سرفرازایک آنکھ بھی پسند نہیں تھامگر

یہ ڈیل اس کے لیے بہت اہم تھی۔

"میں چاہتا ہوں دونوں کمپنیز میں یہ ڈیل ہو جائے یہ ڈیل ہم دونوں

کمپنیز کے لیے بہت اہم ہے"اس نے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

"تو پھر پیپر ورک کر لیتے ہیں"۔ انوشے نے مصنوعی مسکراہٹ

چہرےپرسجھاتے کہا،وہ جلد سے جلد اسے آفس سے نکالنا چاہتی

تھی۔

دفتر سے آتے ہی حدید انوشے کی طرف بڑھا۔

میں آپ کا کب سے ویٹ کر رہا تھا ڈی۔ حدید نے کہا۔

میرا انتظار کس خوشی میں ؟

"ڈی گس کرو کیا بات ہو سکتی ہے"۔

" کیا بات ہو سکتی ہے"۔ انوشے نے سوچنے والے انداز میں کہا۔اس

سے پہلے انوشے کچھ کہتی حدید نے خود ہی بتا دیا۔

"ڈی میرارزلت آگیا ہے اور میں نے پھرٹاپ کیا ہے۔"

"اچھی بات ہے". انوشے نے نارمل انداز میں کہا

"آپ حیران نہیں ہوئی" .

"یہ تو ہر بار کی بات ہے حیران تو کسی نئی بات پر ہوا جاتا ہے. مگر خوش بہت ہوں۔آج کا ڈنر وہاں ہوگا جہاں میرا بھائی چاہے گا".

"ڈنر سے آنے میں کافی دیر ہو گئی تھی اس نے گھڑی پہ ٹائم دیکھا تو تقریبا 12 بج رہے تھے. انوشے نے اپنا لیپ ٹاپ کھولا اور آ فس کا کچھ ضروری کام نپٹانے لگی۔اتنے میں اس کا فون بجا اس وقت کس کا فون ہو گا اس نے دل میں سوچااور فون کی طرف دیکھا یہ وہی نمبر تھا جس سے اس دن کال آئی تھی".

اس نے فون اٹھایا۔" ہیلو"

آگے سے پھر خاموشی .

"اگر بات نہیں کرنی ہوتی تو فون کیوں کرتے ہیں اور رات کے اس پہر کسی کو فون کرنے کا کیا جواز بنتا ہے".

کون ہیں آپ جواب دے؟

"تمہاری موت ". دوسری طرف والے شخص نےبھاری اور خشک آواز میں کہا۔اس شخص کی آواز اتنی خوفناک تھی کہ انوشے رونگٹےکے کھڑے ہو گئے۔

"ہیلوکون ہےآپ اور ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟"

"ہیلو میں آپ سے بات کر رہی ہوں"۔

مگر دوسری طرف گہری خاموشی تھی جس نے انوشے کو مزید خوفزدہ کر دیا، فون کال اس رات بند ہو گئی مگرانوشے کی بے چینی کو جگا گئی، اس رات کے بعد انوشے کوہر وقت کسی کی نظروں خود پر محسوس ہوتی، پہلے اسے یہ وہم لگا مگر جب خطرہ کا اندازہ ہوا تب تک دیر ہو چکی تھی۔

حال:

دبیر پارکنگ ایریا میں اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جب سارم نے

اسے روکا۔" یار آج مجھے بھی گھر چھوڑ دے،میری گاڑی تانیہ لے

کے گئی ہے،ویسے بھی میرا گھر تو تیرے راستے میں ہی ہے"۔

"ٹھیک ہے"۔ دبیر نے جواب دیا اور گاڑی کا دروزہ کھولتے ڈرائیونگ

سیٹ پر بیٹھ گیا۔سفر خاموشی سے گزر رہا تھا جب دبیر کا فون بجا۔

"کون ہے؟ "۔ سارم نے دبیر سے پوچھا۔

"تیرا سر اور کون" یہ کہہ کر دبیر نے فون اٹھایا۔

"السلام علیکم ڈیڈ"

سارم تمہارے ساتھ ہے؟

"جی"دبیر نے جواب دیا ۔

گاڑی روکو اورفون اسپیکر پر ڈالو

"جی سر" اس وقت اس کے ڈیڈ کی آواز میں روب تھا۔یعنی وہ اس

وقت ڈیڈ نہیں سر تھے۔اس نے فون سپیکر پر ڈالا۔" (تمہاری گاڑی

کے قریب ایک گاڑی جس کا نمبر بی اے تھری فور ٹو

(BA342)ہے۔

اس میں موجود لڑکی کی جان خطرے میں ہے مجھے وہ لڑکی

ہر حال میں زندہ چاہیے"۔

"اوکے سر"دبیر اور سارم نے یک زبان ہو کے بولا۔

"یارمجھے تیرے باپ کی سمجھ ہی نہیں آتی، ابھی ایک گھنٹے پہلے

تو مشن سے آئےہیں،پھر مشن پر بھیج رہے

ہیں "۔

دیبر اس کی بات پر مسکرآیا" تجھے لگتا ہے مجھے بھی کبھی ڈیڈ

کی سمجھ آئی ہوگی۔"

تیری حالت پر میں نےایک شعر لکھا ہےسن کے ذرا۔ اس نے گلا

صاف کرتے ہوئے بولا۔

ہمیں اپنوں نے لوٹا

غیروں میں کہاں دم تھا

میرا باپ کھڑوس نکلا

یہی تو میرا سب سے بڑا غم تھا

"واہ واہ واہ کیا شعر لکھا ہے میں نے، غالب بھی میرے سامنے پانی بھرتا ہے"۔ سارم نے خود کو داد دیتے ہوئے کہا۔

"تیری شکل جیسا ہے تیرا شعربھی" دیبر نے جلے بھونے انداز میں کہا ۔

"تو جلتا ہے مجھ سے"

"چل نکل اب گاڑی سے لڑکی ڈھونڈ، نہیں تو تیرا سر مار ڈالے گا ہمیں" کچھ دیر تلاش کرنے کے بعد انہیں وہ گاڑی مل گئی "لڑکی تو اس گاڑی میں نہیں ہے" ۔

دونوں ہر طرف انوشے کو ڈھونڈ رہے تھے جب انہوں نے گولیوں کی آواز سنی وہ درخت کے پیچھے چھپ گئے ایک لڑکی بھاگتی ہوئی درخت کے پاس آئی دبیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ اس لڑکی نے دونوں کی طرف دیکھا بے ہوش ہو گئی۔

"اس لڑکی کو ڈھونڈوں وہ لڑکی ہمیں ہر حال میں چاہیے" ۔وہاں موجود آدمیوں میں سے ایک آدمی بولا۔

دبیر نے انوشے کی ٹیک درخت سے لگائی "سارم تو اس لڑکی کو سمبھال ، ان لوگوں کو مجھ پر چھوڑ دے"۔دبیر اپنا پسٹل نکال کر ان آدمیوں کی طرف بڑھ گیا کتنی ہی دیر فائرنگ کی آواز آتی رہی۔

فائرنگ کی آواز رکی دبیر سارم لوگوں کے قریب آیا،اس کے کپڑے خون سے بھرے ہوئے تھے اور بازو پر بھی چوٹ بھی لگی تھی۔

وہ دونوں انوشے کو پکڑ کر گاڑی تک لے کر آئے۔"سارم خون زیادہ تو نہیں بہا" ؟

سارم یہ لڑکی سر کو زندہ چاہیے"، دیبرنے پوچھا۔

"گولی بس چھو کرگزری یہ بچ جائے گی"۔ دونوں اسے لے کر ہسپتال پہنچےسارم نے فون کر کے حدید کو اطلاع کی۔اس سے یہ بات چھپائی گئی کہ گولی لگی ہے اسے بس یہ بتایا گیا کہ ایکسیڈنٹ ہوا ہے ۔

انوشے نے آنکھیں کھولی خود کو ہسپتال میں پایا وہ رات کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگے اس نے بیٹھنے کی کوشش کی۔

"پلیز لیٹے رہیے"پاس کھڑی نرس نے کہا۔

" حدید حدید میرا بھائی کہاں ہے "اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"آپ کے بھائی یہی ہے میں بلا دیتی ہوں"۔ یہ کہتی وہ کمرے سے نکل گئی۔

سارم اور دبیرحدید کے پاس ہی بیٹھے تھے، جب نرس نے انوشے کے ہوش میں آنے کا بتایا ۔

" ہمارا کام ہو گیا چل نکلتے ہے"دیبر نے سارم کے کان میں کہا۔

"ہمیں اب چلنا چائیے"۔ سارم نےکہا۔

"مگر ڈی سے تو مل لے"۔ حدید نے انہیں روکنے کی کوشش کی۔

"نہیں تم جاؤ اپنی دی سے ملوں، ہم پھر کبھی ان سے ملاقات کر لیں گے "۔سارم نے کہااور وہ دونوں ہسپتال کے گیٹ کی طرف بڑھے ۔

حدید انوشے سے ملنے گیا۔"آپ کیسی ہیں" اس نے انوشے کا ہاتھ پکڑتے پاس بیٹھ گیا۔

"بازو میں کچھ درد ہے اور سر بھاری ہورہا ہے "انوشے نے مسکرا کر کہا"۔

" میں تو بہت ڈر گیا تھا ڈی کہ میں سب کی طرح آپ کو بھی کھو دوں گا" ۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں پریشان مت ہو"۔انوشے نےاسے تسلی دی۔

"آپ آرام کریں میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں" ۔

حدید اٹھا تو انوشے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا"میں یہاں کیسے آئی"؟

"آپ کو دبیراور سارم بھائی لے کر آئے انہوں نے مجھے بتایا آپ کا

ایکسیڈنٹ ہوا ہے"۔

"وہ دونوں یہی تھے کچھ دیر پہلے چلے گئے انہوں نے کہا وہ گھر

چکر لگائیں گے"۔

"تو انہوں نے حدید کو کچھ نہیں بتایا مگر کیوں؟

کیا ہوا ڈی کہاں کھو گئی ؟

"کچھ نہیں"انوشے نے تکیہ پر ٹیک لگائی اور آنکھیں بند کرتی

ہوئی بولی۔

"میں ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں "وہ کہتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

انہوں نے حدید کو کچھ کیوں نہیں بتایا ؟ وہ لوگ کون تھے اور

مجھے کیوں مارنا چاہتے تھے--------

وہ دونوں انہوں نے مجھے کیوں بچایا،مجھ سے ملے بغیر ہی چلے گئے شکریہ کا موقع بھی نہیں دیا، وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک دماغ میں درد کی ایک تیز لہر اٹھی اور وہ پھر سے بے ہوش ہو گئی۔

سارم دفتر میں داخل ہوا "آج پھر لیٹ ہو گیا تو تیری وجہ سے مجھے بھی بیستی سہنی پڑتی ہے"دبیر نے کہا

"سر نےدو دفعہ بلوایا ہے ۔آج تو بے عزت ہونگے"یہ کہہ کر دیبر نے سارم کا ہاتھ پکڑا اور اپنے آفس سے نکل کر مرتضی کی آفس تک آیا۔

"رک جا میں خود کو بیستی کے لیے تیار کرلوں"سارم کپڑے سیٹ کرتا ہوا بولا۔"چپ کرمیرا باپ اب اتنا بھی ظالم نہیں ہے"۔

دونوں اجازت لے کر آفس میں داخل ہوئے۔

"دو بار بلایا تھا کہاں تھےتم دونوں"۔۔

"سر میں تو ٹائم پر آیا تھا،یہ دبیر نے لیٹ کردیا"۔سارم نے معصوم

چہرہ بنا کر کہا۔

دبیر لیٹ کیوں آئے؟

"سر وہ میں نہیں "۔دبیر کچھ اور کہتا اس سے پہلے ہی سارم اس کی

بات کاٹ کر بولا۔ " سر وہ اس کی گاڑی کا ٹائر پنچر ہو گیا تھا"۔

دبیر سارم کو تو باہر مل پھر بتاتا ہوں والے انداز میں گھورتا ہوا بولا

۔

"سوری سر دوبارہ نہیں ہوگا "۔

"کیا خبر ہے سارم" مرتضی نے پوچھا۔

"یہ ایک عام سا پولیس کیس ہے۔لڑکی کا نام انوشے ہے ایک چھوٹا

سا بزنس چلاتی ہے فیملی کے نام پہ بس ایک بھائی ہے جو پڑھائی

کر رہا ہے مافیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔کچھ خاص نہیں ہے لڑکی

میں"۔

"خاص تو بہت کچھ ہے"۔ مرتضی نے کہا ۔"

"تو کیا خاص ہے ہمیں بھی بتائیے"؟ سارم نے کہا۔

"تم دونوں بس اتنا سمجھ لو ان دونوں بہن بھائی کی زندگی ہمارے لیے بہت اہم ہےاگر ان دونوں کو کچھ ہوا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا یہ یاد رکھنا"۔ مرتضی نے وارننگ دینے والے اندازمیں کہاں۔

سارم تم جاؤ مجھے دبیر سے کچھ بات کرنی ہے،۔

سارم کے جاتے ہی مرتضی نے غصے سے کہا۔"میں نے کہا تھا مجھے شفیق زندہ چاہیے تم نے اسے کیوں مارا؟"

"کیا میں لڑکیوں کی تسکری کرنے والوں کو زندہ چھوڑ دوں ڈیڈ "دیبرنے حیرت سے پوچھا۔

مرتضی نے ایک گہرا سانس لیا۔"تمہیں پتہ ہے دبیر تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا غصہ ہے جو تمہیں سوچنے کے قابل نہیں چھوڑتا،تم نے شفیق کو مارا تو کیا یہ سلسلہ رک جائے گا،وہ درخت کی صرف

ایک شاخ کی مانند ہےایک کاٹی جائے گی تو دوسری اس کی جگہ لے لے گی ہمیں اس درخت کو جڑ سے اکھاڑنا ہوگا۔یہ تمہاری آخری وارننگ تھی دبیراگلی دفعہ ایسی غلطی ہوئی تو تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی"۔

"ناؤ گیٹ آؤٹ" مرتضی غصے سے چلائیں۔

(مرتضی حسین اور فائزہ کی دو اولادیں ایک بیٹا دیبر اور ایک بیٹی مریم تھی۔مریم اور فائزہ کے قتل کے بعد دونوں باپ اور بیٹے میں دوری آ گئی۔دونوں باپ بیٹے کے خیالات ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں ایک زمین تھا تو دوسرا آسمان۔مرتضی دنیا کے لیے ورلڈ بیسٹ بزنس مین ہیں مگر آرمی کے لیے وہ الفا ٹیم سربراہ تھے جوملک میں موجود مافیا کے متعلقہ سلسلے میں آرمی کی مدد کرتے ہیں۔دیبر کے ماتھے پر گرتے ہوئے کالے گھنےبال سرخ و سفید

رنگت۔براؤن آنکھیں داڑھی پر ذرا سی مونچھ چھ فٹ قد۔چہرے پر سنجیدگی ماضی کی دین تھی) ۔

دبیر اپنے آفس میں بیٹھا لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔ سارم کافی کے دو کپ لیےآفس میں داخل ہوا ۔کافی کا ایک کپ دبیر کی طرف بڑھایااور قریب کرسی پر بیٹھ گیا۔کچھ دیر سنجیدگی سے دبیر کو کام کرتے دیکھتا رہا۔

"تجھے پتہ ہے مجھے سب سے زیادہ خوشی کب ہوتی ہے" سارم نے کہا۔

دبیر جو لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا سر اٹھا کر سارم کی طرف دیکھا"کب"۔

"جب تیری بےعزتی ہوتی ہے تب"۔ سارم ہنستے ہوئے زخم پر نمک چھڑکنے والے انداز میں بولا۔

"دماغ خراب نہیں کر جوبتیسی نکل رہی ہےتوڑ دوں گا۔ تنگ کر دیا

ہے تو نے پتہ نہیں کون سی منہوس گھڑی تھی جب تم سے دوستی

کی" دبیر غصے میں بولا۔

ہونٹوں پر ہنسی ،انکھوں میں غم ہے۔

Don’t worry baby

میرے گھروالے بھی مجھ سے تنگ ہے .

واہ واہ سارم نے خود کو داد دی .

"جب کہ دبیراسے کھا جانے والی نظروں اسے دیکھ رہا تھا ۔اچھا اچھا جا

رہا ہوں میں تو بس یہی بتانے آیا تھا ۔ حدید انوشےکوہسپتال سے لے کر

گھر جا چکا ہے ۔ویسے دبیر کتنی حیرانی کی بات ہے چار سال میں پہلی

بار ہم کسی کے باڈی گارڈ بن رہے ہیں" .

"وہ لڑکی عام نہیں ہے،مگر اس میں خاص کیا ہے ؟ وہ تو اس کا باڈی

گارڈ بن کر ہی پتہ چلے گا "۔دبیر نے کہا۔

آٹھ دن بعد

انوشے ڈی جلدی آئے ناشتہ لگ گیا ہے ۔انوشے کمرے سے نکلتی ڈائننگ ٹیبل کی طرف آئی۔(انوشے نے آج آسمانی رنگ فراک اورچوڑی دار پجامےکے ساتھ ہلکے گلابی رنگ کے سٹالر سے حجاب کیا ہوا تھا ۔)۔"آج میری ڈی پری سے کم نہیں لگ رہی "حدید نے کہا ۔

"میرا بھائی بھی کسی سے کم تھوڑی ہے" انوشے کہتی کرسی پر بیٹھ گئی۔

انوشے حدید کو کالج چھوڑنے جا رہی تھی گاڑی میں کچھ دیر خاموشی کے بعد حدید نے خاموشی کو توڑا۔"آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اس بار ٹاپ کرنے پر آپ مجھے میری پسند کی بائیک لیں کر دیں گی" ۔

"دعا کرو آج کی ڈیل ہو جائے میں تمہیں کل تمہارے پسندیدہ بائیک لے دوں گی"

"انشا اللہ آپ کی میٹنگ بہت اچھی جائے گی" ۔حدید نے کہا ۔

انوشے حدیدکوکالج چھوڑکر میٹینگ کے لئے نکلی-------

یہ منظر غزنوی صاحب کے دفتر کا ہے جہاں انوشے اپنے پروجیکٹ کے بارے میں پریزنٹیشن دے رہی تھی۔

آپ بہت ٹیلنٹڈ ہے مس انوشے ، مگر پھر بھی آپ کو بسنس میں کامیابی کیوں نہیں مل رہی ؟

"کیوں" انوشے نے پوچھا ۔

وجہ آپ کی ڈریسنگ ہے-----

میری سیکرٹری کو ہی دیکھ لو اس وقت وہ آپ سے زیادہ ویل اف اور پروفیشنل لگ رہی ہے ۔(انوشے نے ایک نظر اس کے قریب کھڑی لڑکی پر ڈالی جو وائٹ شرٹ بلیک پینٹ ہلکا سا میکپ ڈارک میرون لپسٹک اور بالوں کا ہیئر سٹائل بنائیں کھڑی تھی۔)

"اچھا تو ویسے کیا کمی ہے میری ڈریسنگ میں مجھے بھی بتائیں"

انوشے نے اپنی کہنیاں ٹیبل پر ٹیکاتے دنوں ہاتھ تھوڑی کے نیچھے رکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو پتہ ہے میں کس کمی کی بات کر رہا ہوں تو آپ کو اپنے بزنس کی

ترقی کے لیے پہلے یہ دقیانوسی سوچ چھوڑنی ہو گی".

"آپ نے انگلش کی کتابیں تو بہت پڑھ لی، کاش قرآن بھی پڑھا ہوتا تو آپ

کو پتہ ہوتا دقیانوس کون تھا اور دقیانوسی سوچ کیا ہوتی ہے". اس نے پر

سکون لیجے میں کہا۔

وہ اپنا بیگ لیتی اٹھ کرجانے لگی۔

"یہ حجاب آپ پربہت سے دروازے بند کردے گا "غزنوی نے کہا

"صحیح کہا آپ نے یہ حجاب مجھ پر بہت دروازے بند کردے گا۔ ان میں

سے ایک درواز جہنم کا بھی ہوگا". وہ یہ کہتی باہر نکل گئی۔

رات کو حدید اور انوشے کھانا کھا رہے تھے انوشے حدید سے بات

کرنا چاہتی تھی اتنے میں حدید نے انوشے سے خود ہی پوچھ لیا۔ "آج کی

میٹنگ کیسی ہوئی "انوشے نے ساری بات حدید کو بتا دی وہ ایک دوسرے

سے کچھ نہیں چھپا سکتے تھے۔

"حدید تم بس مجھے ایک ہفتے کا وقت دو میں تمہیں بائیک لے کر دوں گی

". اسے لگا حدید اسے ہر بار کی طرح سمجھے گا مگر اس بار ایسا نہیں

ہوا ----

"ڈی تو اتار دیجیے نا اس حجاب کو ۔ اس حجاب کی وجہ سے آپ نے کالج

میں، یونیورسٹی میں کتنے موقع گوائے ہیں اور اب بزنس میں بھی یہ

رکاوٹ بن رہا ہے ۔کیا کیا چھوڑیں گی آپ اس حجاب کی وجہ سے ۔ ہمیشہ

کچھ نہ کچھ کھویا ہے آپ نے،پایا کیا ہے آپ نے اس حجاب کی وجہ

سے؟"

"حدید" انوشے نے حدید کوتھپڑ دےمارا ---آج پہلی بار انوشے نے حدید

کو مارا تھا۔

" میرے دوستوں کے پاس کیا کچھ نہیں ہے مگر میں ہمیشہ اپنی خواہشوں

کو ماروں اور کب تک میں سہوں یہ سب ۔ حدید نےغصے بھرے

لہجےمیں کہا".

وہ کہتا کھانا چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا ۔آج انوشے کو وہ حدید نہیں لگا ۔ وہ حدید جو کچھ دن پہلے اسے سمجھا رہا تھا آج خود اسے گمراہ لگا۔کم سے کم حدید اس کا بھائی ایسا تو نہیں تھا"۔۔۔

یہ سوچتی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی ۔ صوفے پر ٹیک لگائے انوشے آج بہت تنہا تھی ۔اتنی تنہا وہ تب بھی نہ تھی جب وہ باپ کے سائے سے محروم ہوئی وہ اتنی تنہا تب بھی نہ تھی جب اس نے اپنی ماں کو کھویا۔ وہ اپنی آنکھوں سے گرتے آنسوں کو گالوں پر محسوس کر رہی تھی ۔

"کیوں میں ایک کے بعد ایک ہر چیز کھوتی جا رہی ہوں ۔اللہ آپ مجھ سے ناراض ہو ۔ کیا میں آپ کی محبت کے قابل نہیں ہوں۔رات کے اس پہر انوشے اللہ سے باتیں کر رہی شاید شکایت کر رہی تھی "۔

انوشے کچھ سوچتی ہوئی باتھ روم کی طرف وضو کرنے کے لیے بڑھی وضو کرتے ہوئے اس نے اپنا عکس شیشے میں دیکھا ،اسے اپنا عکس خود پر ہنستا ہوا محسوس ہوا ۔"تمہارا خدا اتنا ظالم ہے کہ بس حجاب نہ کرنے پر جہنم میں ڈال دے گا۔۔۔۔

"میرا رب ظالم تونہیں ہے" ۔اس نے عکس سے کہا۔

"تو کیا حجاب چھوڑ دینے سے تمہارے دل میں اپنے اللہ کی محبت کم

ہو جائے گئی"؟

"میرے دل میں میرے اللہ کی محبت کبھی کم نہیں ہو گی"۔

"تمہیں دنیا اور آخرت دونوں مل جائے گی بس دیرہے تو حجاب چھوڑنے

کی"۔ اس ہولے نے اس سے کہا۔

"کیا میں اپنا حجاب چھوڑ سکتی ہوں"اس نے خود سے پوچھا۔جائے نماز

بچھایا اور نوافل کی نیت سے جائے نماز پر کھڑی ہو گئی دل میں بے شمار

سوالات تھے۔ "اسے اپنی ماں کی آواز اپنے کانوں میں گونجتی ہوئی سنائی

دی اور کچھ یادیں اس کی آنکھوں کے سامنے لہرانےلگی ۔16 سال کی

انوشے اپنے ماں کو اپنی کلاس کی باتیں بتا رہی تھی ۔ مما آج مریم اتنا اچھا

ہئیرسٹائل بنا کر آئی تھی۔

آپ مجھے ہمیشہ حجاب میں رہنے کا کیوں کہتی ہیں؟ میرا بھی دل کرتا ہے

اپنے بالوں کا ہیئر سٹائل بنا کر سب لڑکیوں کی طرح گھوموں مگر آپ ایسا

کیوں نہیں کرنے دیتی ".

انوشے کی ماں نے انوشے کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا ہمیشہ یاد

رکھنا۔

تم مغرب کی بیٹی نہیں،

مشرک کی شہزادی ہو ،

تمہارا برقہ تمہارا حجاب ،

تمہاری چادر ہی تمہاری ابرو کا پہرہ ہے۔

انوشے ہر کتاب کو غلاف میں نہیں رکھا جاتا۔

ہر عمارت کو غلاف نہیں چڑھایا جاتا ۔

اسی طرح ہر عورت کو حجاب کا شرف حاصل نہیں ہوتا ۔ انوشےنے سجدے

میں سر رکھا تو اسے سورہ نور کی آیت یاد آئی۔

ترجمہ:

(اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں

اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا

(بدن کاحصہ) خود ہی ظاہر ہے اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر

ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا

اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا

اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی (مسلمان)

عورتوں یا اپنی کنیزوں پر جو ان کی ملکیت ہوں یامردوں میں سے وہ

نوکر جو شہوت والے نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی

چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر اپنے پاؤں اس لئے زور سے نہ

ماریں کہ ان کی اس زینت کا پتہ چل جائے جو انہوں نے چھپائی ہوئی

ہے اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اس امید پر کہ تم

فلاح پاؤ۔)سورۃالنورآیت *31*

اس کے کانوں میں گونجنے والا شور اب مدھم آواز میں بدل گیا تھا۔

اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اپنے کانپتے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔" یا اللہ میں اپنی خواہشات کو اپنا الہ(خدا) نہیں بنانا چاہتی۔ یا اللہ میں تجھ سے تجھے مانگتی ہوں۔ آج تیری بندی تجھ سے تجھے مانگتی ہے میرے مالک مجھے اپنی محبت دے دے ۔میں ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں جو لوگوں کی باتوں کو اللہ کی باتوں سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں ، وہ لوگ جنہیں وہ اچھا لگتا ہے جو ان کے نفس کو اچھا لگے اور وہ برا لگتا ہے جو ان کے نفس کو بے قرار کرے، میں ان میں سے نہ ہو جاوں۔آنکھوں سے نکلتے آنسو اب اس کے ہاتھوں کو بھگو رہے تھے"۔اس نے دعا ختم کی

اسے ماں کی بات یاد آئی" جب کسی چیز کا جواب نہ ملے تو قرآن کھول لینا قرآن ہر بات کا جواب دیتا ہے" اس نے دھڑکتےدل کے ساتھ قران کو دیکھا ، کیا اللہ اس جیسے گنہگار کو بھی جواب دے گا؟۔

وہ قران کو لیےصوفے پر بیٹھی اس نے قران کھولا تو اس کی نظر

قرآن کی آیت پر پڑی ۔ اس نے اس ایت کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ

وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾

[الجاثية: 23]

(بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا

رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) خدا

نے (بھی) اس کو گمراہ کردیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا

دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب خدا کے سوا اس کو کون

راہ پر لاسکتا ہے۔ بھلا تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے؟)

ہاں قرآن نے آج اس کی بات کا جواب دیا تھا۔ دل پر تاری بوجھ ہٹنے لگا تھا ۔ آج انوشے نے خود سے وعدہ کیا کہ وہ خود کو کبھی نہیں بدلے گی اورسب کو کامیاب بھی ہو کے دکھائے گی۔ --------

----

لوگ کہتے ہیں چاندنی راتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں مگر سب کے لیے نہیں ۔ہسپتال کے کمرے میں بیڈ پر لیٹے آدمی کے قریب کھڑی لڑکی نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے سوچا۔ وہ آدمی مسلسل درد سے کراہ رہا تھا ۔

"تنو بیٹا مجھے معاف کر دیں ۔ تو معاف کر دے گی تو شاید میرا رب بھی مجھے معاف کر دے" ۔لڑکی جو کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی اس نے مڑ کر آدمی کی طرف دیکھا۔وہ اس آدمی کےچہرے پر شرمندگی ڈھونڈ رہی تھی ۔

"آج اگر یہ بیمار نہ ہوتے تو کیا انہیں کبھی احساس ہوتا کہ انہوں نے میرے ساتھ کیا کیا یہ کبھی مجھ سے معافی مانگتے "وہ اس آدمی کا

چہرہ دیکھتے ہوئے سوچتی رہی اور کچھ کہے بغیر ہی کمرے سے باہر نکل گئی۔

وہ ڈاکٹر کے پاس آئی۔"آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا "۔اس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"وہ آپ سے ملنے کی ضد کر رہے تھے مس تانیہ"۔۔۔

تانیہ نے ایک گہرا سانس لیا اور پوچھا۔

" ان کے پاس کتنا وقت ہے ڈاکٹر؟"

"کینسر کا آخری سٹیج ہے زیادہ وقت نہیں ہے ان کےپاس زیادہ سے زیادہ دو مہینے"۔ ڈاکٹر نے بتایا

وہ ڈاکٹرسے بات کرنے کے بعد باہر آ گئی۔گاڑی میں بیٹھے بہت سی سوچے اس کے دماغ میں گردش کر رہی تھی۔اس نے گاڑی ایک طرف روکی اور اپنا ماتھا سٹیرنگ پرٹکا دیا۔"کیا میں انہیں معاف کر دوں"۔ اس نے خود سے پوچھا۔

"تم ایسے شخص کو کبھی معاف نہیں کر سکتی جس نے تمہارے ساتھ اتنا برا کیا، وہ اب بھی تم سے معافی نہیں مانگتے اگر وہ مرنے کے قریب نہیں ہوتے "۔ اس کے کانوں میں آواز گونج رہی تھی۔

انوشے صبح کمرے سے باہر آئی اس نے ٹی وی لانچ میں نظردوڑائی ۔ جب حدید نظر نہ آیا تو وہ حدید کے کمرے کی طرف آئی کمرہ خالی تھا ۔"حدید شاید جا چکا تھا یا شاید رات کو آیا ہی نہیں تھا" اس نےفون نکالا اور حدید کو کال ملائی حدید کا فون بند تھا ۔اس نے حدید کے دوست کو کال ملائی۔

"ہیلو احمد حدید تمہارے ساتھ ہے"؟

" جی آپی وہ رات کومیری طرف ہی رک گیا تھا۔اس نے آپ کو بتایا نہیں" احمد نے پوچھا۔

"نہیں اس نے بتایا تھا میرے ہی زہین سے نکل گیا"۔

فون بند کر کے وہ خود بھی آفس کے لیے نکل گئی ۔ اسے کیا پتہ تھا

وہاں بھی ایک مصیبت اس کا انتظار کر رہی ہے انوشے کو دفتر میں

داخل ہوتے ہی ریہا نے سرفراز کے آنے کی خبر دی۔

سلام کے انوش نے پوچھا۔" آپ یہاں کوئی ضروری کام تھا۔"

آپ کافی مشہور ہو چکی ہیں انوشے ؟ سرفراز نے تنزیہ انداز میں

کہاں ----

"میں سمجھی نہیں" اس نے حیرانی سے پوچھو۔

"غزنوی صاحب کی وجہ سے۔"

" مطلب"۔

"آپ نے غزنوی صاحب کی انسلٹ کر کے اچھا نہیں کیا"۔

"میں نے ان سے ایسی کوئی بات نہیں کی" انوشے نے کہا ۔"

"پھر وہ اتنے غصے میں کیوں ہے"

"مجھے نہیں پتا" انوشےنے کہا۔

وہ ان تمام کمپنز جنہوں نے تم سے ڈیل کی ہے ان کو ڈیل کینسل کرنے کیلئے آمادہ کر رہے ہیں ، کیسی کو پیسے دے کر تو کسی کو دھمکا کر۔"

" میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی کہ انہیں اس حد تک گرنا پڑے" ۔

اس بار انوشے چلا کر بولی اسے اپنی زمین گھومتی ہوئی نظر آرہی تھی----

جو بھی ہو اب آپ کی زندگی بہت تنگ ہونے والی ہے ۔ مس انوشے آپ کو غزنوی کے شر سے اب اللہ ہی بچا سکتا۔

"ابھی بھی وقت ہے انوشے معافی مانگ لیجئے نہیں تو وہ انسان آپ کو ذلیل و رسوا کردے گا"۔سرفراز نے دوستانہ انداز میں کہا۔

"عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے مسٹر سرفرازاپنا مشورہ اپنے پاس رکھیں"۔

"میں یہ ڈیل ختم کرنے آیا ہوں۔ڈیل توڑنے پر مجھے جو بھی معاوضہ دینا پڑے گا میں دے دوں گا"۔اس بار سرفراز تلخ لہجے میں بولا۔

"جو آپ کی مرضی سرفراز صاحب بس اتنا بتا دیجیے آپ نے پیسے لیے ہیں یا دھمکی سے کام چل گیا؟۔اس نے رازدانہ انداز میں دھیرے سے پوچھا۔

"ہمیشہ ضد کام نہیں آتی مس انوشے کئی دفعہ نہ چاہتے ہوئے بھی جھکنا پڑتا ہے"۔

''ظالم کہ ظلم پر آواز نہ اٹھانے والا بھی ظالم ہی ہوتاہے۔ریہا تمام پیپر ورک دیکھ لومجھے ایک میٹنگ اٹینڈ کرنی ہیں''۔۔

See you then Mr. Sarfaraz (پھر ملتے ہیں سرفراز صاحب) ۔ انوشے نے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ سرفراز کی طرف بڑھا ۔

Best of luck for next time Ms. Anushay (اگلی بار کے لیےبیسٹ آف لک مس انوشے۔) سرفراز نے اس سے ہاتھ ملایا۔

انوشے آفس سے گھر کے لیے نکلی ۔آج پھر گاڑی میں اسے اسی نمبر سے بار بار کال آ رہی تھی ۔انوشے نے کال اٹھانے سے پہلے گاڑی سائیڈ پر لگائی کیونکہ وہ آج کوئی ایکسیڈنٹ نہیں کرنا چاہتی تھی ۔

"یہ دیکھنے کے لیے کال کی ہے مر گئی یا زندہ ہوں " انوشے نے کہا

"مارنا چاہتا نہیں تھا اس لیے زندہ ہوں مرنا چاہتا تو اب تک مر چکی ہوتی" -----

کیا چاہتے ہو مجھ سے؟

"بدلہ"۔ اس شخص نے کہاَ------

انوشے نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اس کا دل کیا خود کا سر سٹیرنگ میں دے مارے۔"اب میں نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے جو تم بدلہ لینا چاہتے ہو"۔

اتنی جلدی کیا ہے پتہ چل جائے گا بہت جلد۔ یہ کہہ کروہ شخص خاموش ہو گیا ۔

کچھ دیر خاموشی کے بعد انوشے نےکال کاٹ دی اسے پتہ تھا بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں وہ جواب نہیں دے گا

انوشےتھکے قدموں سے گھر کے اندر داخل ہوئی آج اسے لگ رہا تھا کہ پوری دنیا اس کے خلاف ہو چکی ہے وہ آتے ہی ڈائننگ ٹیبل پر کرسی کھینچتے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

وہ آنکھیں بند کئے کافی دیر ایسے ہی ٹیک لگائے بیٹھی رہی اور اپنی سوچوں میں گم رہی۔اسے جب اپنے اوپر کسی کی نظریں محسوس ہوئی تو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔حدید کافی کے دو کپ لیے کھڑا تھا ۔

"آج پہلی بار انوشے نہ کچھ حدید کو بتانا چاہتی تھی اور نہ حدید سننا چاہتا تھا"۔

دونوں کی نظریں ایک پل کے لیے ٹکرائی دونوں نے نظریں چرا لی۔

اس نے کافی کا ایک کپ انوشے کے پاس ٹیبل پر رکھا اوردوسرا کپ لیا اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب دروازے کی بیل بجی حدید نے دروازہ کھولا تو سامنےپیزا بوائے کی وردی میں ملبوس ایک لڑکی ہاتھ میں پیزا لیے کھڑی تھی۔"سر آپ کا

آرڈر" ۔حدید کو لگا پیزا انوشے نے آرڈر کیا ہوگا پیزا لیتے اندر آیا کچھ سلائسز انوشے کے لیےپلیٹ میں رکھیں۔باقی پیزا لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا ہے۔انوشے کو لگا پیزا حدید میں آرڈر کیا ہے۔پیزے کی پلیٹ لیے اپنے کمرے میں بڑھ گئی۔

دبیر اور سارم اپنے آفس میں تھے جب تانیہ ان کے آفس میں داخل ہوئی ۔"سلام کیا"۔

سارم نے ایک نظر تانیہ پہ ڈالی۔ وہ بلیک پینٹ ریڈ شرٹ (پیزا ڈیلیوری کے یونیفارم) میں ملبوس تھی۔ کمر تک آنے والے کالےبال پونی میں بندے ہوئے تھے ہیزل آنکھوں پر گھنی پلکیں ،معصوم چہرہ کسی کوبھی ہپنوٹائز کرنے کے لیے کافی تھا)۔

"کام ہو گیا "دبیرنے پوچھا۔

" جی دبیر بھائی ہو گیا"تانیہ نے جواب دیا۔

"تم کب آئی؟ یہ کون سے کام کی بات ہو رہی ہے؟۔تم دونوں نے میرے بغیر ہی پلان بنا لیا"۔سارم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئےایک سانس میں سارے سوال پوچھ لیے.

"تم دونوں باتیں کروں میں تو جا رہا ہو" یہ کہہ کردبیر آفس سے باہر نکل گیا۔

"اب بتاؤ بھی" سارم نے تانیہ کی طرف دیکھا ۔

"میں کل آئی اور مجھے کسی کے گھر پیزا ڈلیور کرنا تھا،دبیر بھائی نے تمہیں پلان کے بارے میں نہیں بتایا کیونکہ وہ تمہیں اس قابل نہیں سمجھتے "۔تانیہ معصوم چہرہ بنا کر سوالوں کےجواب دیئے۔

وہ ہمیشہ ایسا ہی معصوم چہرا بنا کر اس کی بےعزتی کرتی تھی۔

"میں اب جاؤں" تانیہ نے پوچھا۔

"جاؤ اب کیا میں تمہارا اچار ڈالو گا"۔سارم نے جلے بھونے انداز میں کہا۔ وہ اپنی ہنسی روکتی آفس سے باہر نکل آئی۔۔۔۔

وہ تینوں آفس سے نکل رہے تھے،" یار اب تو بتا دو پلان کیا ہے"

سارم نے پوچھا ۔

"گاڑی میں بیٹھ بتاتا ہوں" ۔دبیر نے کہا

گاڑی میں کچھ دیر خاموشی کے بعد دبیر نے خاموشی توڑی ۔"ہم

انوشے کے گھر جا رہے ہیں"۔

"اس وقت خیریت تو ہے" سارم نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا 12 بج

رہے تھے۔

ہاں بس تھوڑی مزید(Investigation)تفتیش کرنی تھی۔

" سرکو پتہ ہے" ۔ تانیہ نے پوچھا ۔

"نہیں "۔دبیرنے یک لفظی جواب دیا۔

"گاڑی روک میں جا رہا ہوں خود تو مرے گا ہمیں بھی مروائے

گا"۔سارم نے کہا۔

"چپ کر کے بیٹھا رہ تجھے ہی شوق تھا میرے ساتھ آنے کا"......

"لیکن یہ سب کرنے کی کیا وجہ ہے" تانیہ نے پوچھا۔

"اس لڑکی میں ایسا کیا خاص ہے جو ہمیں اس کا باڈی گارڈ بنا کے رکھا ہے بس اتنا ہی پتہ کرنے جا رہے ہیں"۔

اب گاڑی انوشے کے فلیٹ کے سامنے رکی ۔ "ایک بار پھر سوچ لے" سارم نے کہا۔

"اب چپ کر اور ساتھ چل"۔ دبیر نے ڈپلیکیٹ چابی سے دروازہ کھولا۔

"گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے وہ دونوں گھر میں نہیں ہے کیا؟"

"یہ تانیہ کے پیزے کا کمال ہے گہری نیند سو رہے ہیں وہ دونوں"۔

سارم نےتانیہ کی طرف دیکھا جو اپنا فرضی کالر جھاڑ رہی تھی" تم سے اور امید بھی کیا کی جا سکتی ہے"۔ سارم نے تنزیہ کہا۔

"جلنے والے جلتے رہیں" تانیہ نے کہا۔

سارم کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ دبیر درمیان میں بولا "تم دونوں لڑ لوں کام بعد میں کرلیں گے۔

اس گھر میں تین کمرے ہیں انوشے کا کمرہتانیہ دیکھیں۔ حدید کا کمرہ

تم دیکھو گے اور گیسٹ روم میں دیکھوں گا ۔دبیر نےکہا۔

"کیوں بھائی آسان کام تم نے لے لیا حدید کا کمرہ میں نہیں تم دیکھو

گے اور میں گیسٹ روم دیکھوں گا" سارم لڑاکی عورتوں کی طرح

کمر پر ہاتھ جمائےبولا۔

اچھا ٹھیک ہے کام تو شروع کروں-------

تانیہ انوشے کی کپڑوں والی الماری دیکھ رہی تھی جب اسے اس میں

ایک لکڑی کا چھوٹا سے باکس میں کچھ تصویریں اور ایک بروچ

دکھا۔ وہ ان چیزوں کی تصاویر لے کر کمرے سے باہر آئی ۔ تینوں

کمروں کی تلاشی لینے کے بعد ٹی لانچ میں داخل ہوے۔ کچھ ملا دبیر

نے پوچھا

سارم کے منہ میں کچھ تھااس لئےنہ میں سر ہلایا۔

"تم کچھ کھا رہے ہو" تانیہ نے پوچھا۔

"نہیں" -----

جھوٹ مت بولو تمہارے منہ میں کچھ ہے کیا کھا رہے ہو تم

"وہ میں پیزا کھا رہا ہوں۔"

"تم پاگل ہو کتنا کھایا اس میں نیند کی دوائی تھی ۔"

"پہلے بتانا چاہیے تھا نا اس میں نیند کی دوائی ہے میں نے کھا لیا"۔

سارم تانیہ کو ہی ڈانٹنا شروع ہوگیا۔

"گھر میں انٹر ہوتے ہی دبیربھائی نے بتایا تھا تمہیں کالے

بھالو"۔تانیہ نے کہا

"یاد نہیں رہااس لئے کھا لیاجنگلی بلی "

"دوبارہ جنگلی بلی بول کر دکھاؤ ذرا، پھر بتاتی ہو تمہیں" تانیہ

شہادت کی انگلی دکھاتے بولی۔

" میں تو کہوں گا جو کرنا ہے کر لو"۔ سارم نے ڈھٹائی سے کہا

"اگر تم دونوں میں سے کوئی اب بولا تو میں اسے یہیں چھوڑ کر

چلا جاؤں گا" ۔دبیر بھی ان نے دونوں کو دھمکی دی.

"اور تمہیں کچھ ملا " بیر نے تانیہ سے پوچھا۔

" خاص نہیں بس کچھ تصویریں اور ایک بروچ ملا تھا" اس کی

تصویریں آپ کے فون پر بھیج دی ہیں۔ تانیہ نے کہا ۔

"وہ تصاویرآفس میں جا کر دیکھ لیں گے فی الحال نکلو۔اس سے

پہلے انکل کو پتہ چلے"۔سارم نے مشورہ دیا۔

تینوں گھر سے نکلے دیبر اور سارم نے تانیہ کو اس کے گھر چھوڑا

اور آفس کے لیے چلے گئے۔

دبیر نے اپنے موبائل میں آئی تصویروں کو دیکھنا شروع کیا پہلی

تصویر بروچ کی تھی۔ "اس نے بروچ کو غور سے دیکھا یہ بروچ

کہیں دیکھا دیکھا لگ رہا ہے" دبیر نے سارم سے پوچھا۔

سارم نے جب کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے سارم کی طرف دیکھا۔

جو کرسی پر بیٹھا ہی سو رہا تھا۔

اس نے سارم کو ہلایا "اوئے میں تجھ سےبات کر رہا ہوں"۔ سارم

ہڑبڑا کے اٹھا

"ہاں کیا پوچھ رہا ہے" ۔ وہ نیند میں بوجھل آنکھوں سے بولا۔

"یہ بروج اس نے بروچ کی تصویر سارم کو دیکھائی" ......

"یہ بروچ تو بالکل ویسا ہی ہے جیسا انکل کے پاس ہے"۔ سارم

تصویر دیکھنے کے بعد بولا۔

" میں سونے لگا ہوں باقی کام صبح کریں گے" سارم یہ کہہ کر

سامنے رکھے صوفے پر لیٹ کر سو گیا۔۔

"مگر یہ اس لڑکی کے پاس کیا کر رہا ہے" اس نے یہ کہتے ہی

دوسری تصویر نکالی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔

"یہ..... یہ تصویر اس کے پاس کیا کر رہی ہے ۔اس نے تمام تصویریں دیکھیں" ۔

پہیلیاں سلجھ رہی تھی ۔اسے سوالوں کے جواب مل رہے تھے مگر یہ جواب اسے بے چین کر رہے تھے۔اس نے فورا مرتضی کو کال کی۔"ہیلو ڈیڈ"

"اس وقت کال کی خیریت اس وقت تو پاکستان میں بہت رات ہو رہی ہوگی۔ "مرتضی نے فکر مندی سے پوچھا۔

"صرف ایک سوال پلیز سچ سچ جواب دیجیے گا"۔اس کی آواز میں التجا تھی۔

"کیا وہ نور ہےڈیڈ؟ "

"ہاں"۔

"آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔16 سال پہلے اتنا کچھ کھویا میں نے وہ کافی نہیں تھا۔ چار سال پہلے جو آپ نے میرے ساتھ کیا کیا وہ

کافی نہیں تھا؟ کیوں ڈیڈ آپ کیوں بار بار میرے ساتھ ایسا کرتے ہیں

کیا بگاڑا ہے میں نے آپ کا........

ماں چلی گئی چھوٹی چلی گئی۔مجھے لگا نور بھی چھوڑ کے چلی

گئی، آج وہ 28 سال کے مرد کی طرح نہیں 12 سال کے بچے کی

طرح بات کر رہا تھا" ۔

" ڈیڈ جواب دیجیے میں کچھ پوچھ رہا ہوں"۔

"میں کل صبح ہی پاکستان آ رہا ہوں ۔بیٹھ کر بات کرتے ہیں دبیر

ایسی باتیں فون پر نہیں کی جاتی" ۔ دبیر کچھ کہتا ہے اس سے پہلے

ہی مرتضی نے فون بند کر دیا۔

دبیر کرسی سےٹیک لگائے اپنے ماضی میں گم ہو گیا۔

ماضی:

یہ منظر مرتضی ہاؤس کا ہے۔ آج یہ حویلی نما گھر روشنیوں سے سجا ہوا تھا۔آج مریم کی سالگرہ تھی۔رشتہ داروں کے نام پر مرتضی کا بس ایک بھائی حسن علی تھا حسن علی کی چھوٹی سی دنیا تھی بیوی فاطمہ ایک بیٹی نور اور دو ماہ کا حدید۔

نور تلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی ."کسے ڈھونڈ رہی ہو نور "۔فائزہ (دبیر کی ماں)نےپوچھا .

"دبیر اور مریم کہاں ہے چچی" .

لو آگئے سامنے دبیر اور مریم کوآتے دیکھ کر کہا .

دبیر مریم اور نور تینوں بیسٹ فرینڈز تھے .12 سال کا دبیر6 سال کی مریم 8سال کی نورتینوں ہروقت ساتھ ہی رہتے تھے۔

مریم اور دبیر نور کا ہاتھ پکڑے وہاں سے کھیلنے چلے گئے .

آج مرتضی ہاؤس میں سب بہت خوش تھے شاید یہ ان کے آخری خوشی تھی .

حسن فاطمہ فائزہ مرتضی چاروں بیٹھے ہیں باتیں کر رہےتھے

جب مریم بھاگتی ہوئی اپنی ماں کی طرف آئی۔

"دیکھیں موم بھائی میرے ساتھ چیٹنگ کر رہے ہیں جادو دکھانے کے چکر

میں میری ساری چاکلیٹس کھا گئے۔۔۔

" ساری تھوڑی کھائی ہےدو نور کو بھی تو دی ہیں" پیچھے سے دبیر

بولا ۔

"بہن کا برتھ ڈے ہے آج تو کچھ شرم کر لو دبیر" ۔

"میں تو مزاق کر رہا تھا" یہ کہہ کر دبیر نے اپنے پیچھے سے ایک

چاکلیٹس کا ڈبہ نکالا مریم کی طرف بڑھایا ۔ اتنی ساری چاکلیٹس میرے

لیے" مریم نے خوشی سے کہا ۔

" آدھی مجھے بھی دے دینا "نور پاس سے بولی ۔

"کیوں بھائی تم میری بہن کی چاکلیٹس کیوں لو گی" ۔

"کیا میں تم دونوں کی دوست نہیں ہوں" نور نے خفتگی سے بولا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا "یہ کہہ کر دبیر نے ایک چاکلیٹ کا ڈبہ نور کی

طرف بڑھایا ۔

" میں کوئی چیز مریم کے لیے لاؤں اور نور کے لیے نہ لاؤں ایسا ہو سکتا

ہے "۔دبیر نے کہا۔

مرتضی فائزہ حسن فاطمہ چاروں ،بچوں کی طرف آئے ۔برتھ ڈے کے

انتظامات ہال میں کیے گئے تھے۔ "چلو بچوں گاڑیوں میں بیٹھ جاؤ ہمیں

ہال جلدی پہنچنا ہے" وہ بچوں کو اشارہ کرتے ہوئے بولا

نور اس کے مما پاپا کے ساتھ ایک گاڑی میں تھی ۔

دبیر اپنے باپ مرتضی کے ساتھ تھا ۔گاڑی میں گفٹ وغیرہ رکھے ہوئے

تھے ۔ اس لیے مریم اور اس کی مما دوسری گاڑی میں آ رہے تھے ۔

راستے میں ایک دھماکہ ہوااور سب کی زندگی بدل گئی ۔خوشیوں کا ماحول

اب ماتم میں بدل چکا تھا ۔

دبیرکی بہن کو اور ماں کو ہسپتال لے جایا گیا مگر ان کی حالت بہت خراب

تھی۔ کچھ گھنٹوں بعد اس نے اپنی ماں اور بہن دونوں کو کھو دیا۔

جس گھر میں کچھ دیر پہلے ہنسی گونج رہی تھی۔ اب ماتم چھایا ہوا تھا ۔

وہ آخری دن تھا جب دبیر ہنسہ تھا ۔

دبیر کی ماں اور بہن کی موت کو ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔مرتضی کی بہت

کوشش کے بعد بھی دبیر اس پورا ہفتہ ایک لفظ بھی نہ بولا تھا۔

مرتضی کو ایک ضروری کام سے شہر کے باہر جانا پڑا۔

دبیر کو اس کے چچا چچی اپنے گھر لے آئے تھے۔

فاطمہ(نور کی ماں)دبیر کے کمرے میں آئی تلاشی نظروں سے سارے

کمرے کو دیکھا جب دبیرنظر نہ آیا تو کمرے کی بالکنی کی طرف بڑ

گئی۔

دبیر بالکنی کے ایک کونے میں بیٹھا رو رہا تھا ۔وہ اس کے ساتھ

آکر بیٹھ گئی۔ فاطمہ نےدبیر کو گلے سے لگایا۔

کتنی ہی دیر اپنی چچی کے گلے لگا روتا رہا۔

"چچی اللہ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا اللہ نے مجھ سے میری بہن اور ماں کو کیوں چھین لیا۔ کیا اللہ مجھ سے ناراض ہے کیا میں اچھا بچہ نہیں ہوں چچی"۔

فاطمہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی۔ "دیکھو دبیرہر انسان مقررہ وقت تک دنیا میں آیا ہے۔جب اس کا وقت ختم ہو جائےگا۔ جلد یا دیر تو اسے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہ زندگی ہمیں اللہ نے دی ہے یہ اسی کی امانت ہے وہ جب چاہے اسے واپس لے لیں ۔آزمائش ہر انسان پر آتی ہے تو پھر کچھ لوگ اس میں صبر کرتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ سے بدگمان ہو جاتے ہیں۔ صبر کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے اور جنت دیتا ہے اور جو لوگ بدگمان ہوتے ہیں اللہ سے دور ہو جاتے ہیں۔ وہ دنیا کی زندگی میں چاہے جتنے مرضی کامیاب ہو جائیں آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے"۔

اللہ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہےدبیر اب تمہیں خود راستہ چننا ہے تم اللہ کی مرضی میں صبر کرو گے یا اللہ سے بد گمان ہو جاؤ گے ۔فاطمہ نے دبیر کو گلے سے لگایا پھر وہاں سے چلی گئی۔

کتنی ہی دیر وہاں اسی طرح بیٹھا رہا اور اس بارے میں سوچتا رہا جب وہ وہاں سے اٹھا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ اللہ سے بد گمان نہیں راضی ہے ۔

دبیر لان میں بیٹھا پھول دیکھ رہا تھا جب نور اس کے پاس آکربیٹھ گئی اور اس کی طرف چاکلیٹس بڑھائی۔

"تم یہ ساری چاکلیٹ رکھ لوں مگر اداس نہیں ہوا کرو ۔جب تم اداس ہوتے ہوں مجھے بلکل اچھا نہیں لگتا "۔نور نے اداسی سے کہا۔

"نور مجھ سے وعدہ کرو تم مجھے کبھی چھوڑکر نہیں جاؤ گی"۔ اس نے نور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"وعدہ میں تمہیں کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤ گی"۔ نور نے اس کا ہاتھ تھام کر وعدہ کیا۔

دبیر زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا۔اس کی بڑی وجہ نور تھی۔وہ ہمیشہ دبیر کے ساتھ رہتی تھی۔

پورے دو مہینے بعد مرتضی دبیر کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

نور کی فرمائش پر سب دبیر کو ملنے جا رہے تھے اچانک چاروں طرف سے گاڑیوں نے انہیں گھیر لیا۔ حسن کچھ سمجھ پاتا،اس سے پہلے چاروں طرف سے فائرنگ شروع ہوگئی۔

مرتضی لان میں بیٹھا دبیر سے باتیں کر رہا تھا جب اس فون بجا۔

"ہیلوکون "۔مرتضی نے پوچھا ۔اپنے مخالف سمت والے شخص کی بات سن کر مرتضی اٹھا اور ہڑبڑی میں گھر سے باہر نکل گیا ۔

شام کو جب مرتضی گھرمیں داخل ہوا اس کے کپڑوں پر خون لگا ہوا تھا۔

دبیر مرتضی کے پاس بھاگتا ہوا آیا۔"ڈیڈ کیا ہوا ہے آپ کو چوٹ لگی ہے"۔

مرتضی نے دبیرکو گلے سے لگایا۔"ہم نے سب کو کھو دیا دبیر۔ تمارے چچا لوگ جب ہم سے ملنے رہے تھے تو ان پر حملہ ہوہم نے ان کو بھی کھو دیا "۔ مرتضی رو رہا تھا ۔

دبیر کو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسےوہ خواب دیکھ رہا ہوں ۔

"ڈیڈ کون ہمارے ساتھ یہ کر رہا ہے کون ہم سے سب کچھ چھین رہا ہے"۔ دبیربری طرح رو رہا تھا۔

"بتاؤں گا وقت آنے پر سب بتاؤں گا فلحال تم اپنی پیکنگ کرو کچھ دیر بعد تمہاری فلائٹ ہے۔تم یہاں نہیں رہ سکتے تماری جان کو خطرہ ہے"

"میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے اب آپ بھی مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں"۔ دبیر نے روتے ہوئے کہا۔

"دبیر اس وقت تمہارا یہاں سے جانا ہی تمہارے لیے بہتر ہے تو کوئی بحث نہیں اپنا سامان پیک کرو اور وعدہ کرو تم میری اجازت کے بغیر پاکستان نہیں آؤ گے اور میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں وقت آنے پر سب بتا دوں گا"۔

مرتضی نے یہ کہہ کر دبیر کو گلے سے لگا لیا ۔

کچھ دیر بعد دبیر اور مرتضی پاکستان ایئرپورٹ پر تھے۔ "دبیر اب سے یہ تمہارا دھیان رکھے گا"۔ مرتضی نے سامنے کھڑے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔

ہائے لیٹل بوائے ۔کیسے ہو تم میرا نام حماد ہے اور تمہارا ۔ وہ خوش دلی سے دبیر سے ملا

"دبیر"۔دبیر نے بس اتنا ہی جواب دیا

دبیر اب رو نہیں رہاتھا مگر رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھی۔"آپ مجھ سے ملنے کب اآئیں گے ڈیڈ"۔

"میں کچھ ہفتوں تک تم سے ضرور ملنے آؤں گا"۔مرتضی نے کہا۔

دبیر نے لندن میں میں اٹھ سال گزارے۔ حماد دبیر کو فائٹنگ کی ٹریننگ بھی دے رہا تھا۔ مرتضی مہنے میں ایک بار دبیر سے ملنے ضرور جاتا۔

حماد اور دبیر کے درمیان ایک الگ رشتہ تھا، خاموشی کا رشتہ۔ حماد نے دبیرجیسا خاموش لڑکا نہیں دیکھا تھا، نہ ضد کرتا تھا، کوئی دوست نہیں تھے،حماد نے دبیر کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ البتہ کبھی کبھار چھپ کر روتے دیکھا تھا۔

دبیر کل پاکستان واپس جا رہا تھا۔ حماد کچھ سوچ کر دبیر کے کمرے میں آیا، دبیرکمرے میں نہیں تھا ۔ حماد اس کا کمرہ دیکھ رہا تھا اٹھ سال میں

وہ پہلی بار دبیر کے کمرے میں آیا تھا۔یہ کمرہ بالکل سادہ تھا،ایک صوفے

اور بیڈ کے علاوہ اس کمرے میں کچھ اور موجود نہ تھا، کیا اس لڑکےکی

کوئی خواہش نہیں ہے"۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔

دبیر باتھ روم تو باہر آیا۔ حماد کو اپنے کمرہ میں دیکھ کر حیران ہو گیا۔

"آپ یہاں"

حماد جو اپنی سوچوں میں گم تھا دبیر کی آواز پر موڑ کر دبیر کو دیکھا۔ "

میں نے سوچا آج رات کا کھانا ساتھ کھا لیتے ہیں "

دبیر بس حیرانی سے اسے دیکھتا رہا اور کچھ نہ بولا آج تک انہوں نے

کبھی ساتھ کھانا نہیں کھایا تھا۔

وہ دبیر کو سوچوں میں گم دیکھ کر بولا" اگر نہیں کھانا چاہتے تو کوئی

بات نہیں"۔ یہ کہہ کر حماد دبیر کے کمرے سے باہر نکل گیا

"ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔دبیر اس کے پیچھے کمرے سے باہر نکل آیا۔

دونوں ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ دونوں خاموشی

سے کھانا کھا رہے تھے ۔

دبیر نے خاموشی کو توڑا" کیا میرے ساتھ ڈینر کرنے کا بھی آپ کو ڈیڈ نے کہا ہے"۔

"تمہیں کیوں لگتا ہے انہوں نے مجھ سے ایسا کہا ہو گا"۔ حماد نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"بس ایسے ہی "اتنا کہہ کر دبیر خاموشی سے کھانا کھانے لگا ۔

"میں نے سوچا میرے اس ہونہار سٹوڈنٹ کےجانے سے پہلے تھوڑا سا وقت گزارا جائے"،

"اپنے ڈیڈ سے اتنا بدگمان مت ہوتمہارے ڈیڈ تم سے بہت پیار کرتے ہیں دبیر۔ بس ان کے پیار جتانے کا طریقہ الگ ہے"۔

"کچھ زیادہ ہی پیار کرتے ہیں" دبیر نے تنزیہ انداذ میں بولا۔

حماد نے بات بدل دی"تمہیں پتہ ہے میں تمہیں اسی ریسٹورنٹ میں ہی کیوں لے کر آیا ۔میں اسی ریسٹورنٹ پہلی بار تمہارے ڈیڈ سے ملا تھا، جس نے مجھے جینے کا مقصد دیا تمہارے ڈیڈ بہت اچھے انسان ہیں دبیر"۔

دبیر نے کچھ نہیں بولا بس سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتا رہا۔

اگلی صبح حماد دبیر کولندن ایئرپورٹ پر چھوڑنے آیا۔

"میرا کام بس یہاں تک تھا۔پاکستان ایئرپورٹ پر تمہیں مرتضی لینے آ جائیں گے۔ اگر قسمت میں ہوا تو پھر ملیں گے"۔ حماد یہ کہہ کر دبیر کے گلے لگا اور اللہ حافظ کہہ کر وہاں سےچلا گیا۔

دبیر کو پاکستان آئے ایک ہفتے ہو گیا تھا ۔مرتضی نے اسے سٹڈی روم میں بلایا ۔ دبیر سٹڈی روم میں گیا ۔مرتضی بیٹھا کتاب پڑھ رہا تھا اس نے ہاتھ کے اشارے سے دبیر کو بیٹھنے کا کہا۔ کتاب بند کر کے دبیر کا ہاتھ تھام لیا۔آج ہم وہاں سے بات شروع کریں گے جہاں سے اٹھ سال پہلے ختم کی تھی۔

"حسن علی اور میں پاکستان ایجنسی کے لیے کام کرتے تھےوہ ایجنسی جو پاکستان میں مافیا کے خلاف آرمی کی مدد کرتے تھے۔ اس وقت پاکستان کا سب سے بڑا مافیامصطفی تھا۔وہ ہر غیر قانونی کام،غیر قانونی گنوں کی ڈیلنگ ،ڈرگز ڈیلنگ، اونر کیلنگ اور لڑکیوں

کی تسکری میں ملوس تھا۔اسے پکڑنے کا مشن تمہارے چاچو کو دیا گیا۔ تمارے چاچو اور میں نے چار سال کی محنت کے بعد اس کے تمام اڈوں کو تباہ کر دیا۔جب ہم اسے پکڑنے گئے توشوٹنگ کے دوران اسے گولیاں لگی۔ہمیں لگا یہ چیپٹر یہی ختم ہو گیا۔مگر مصطفی کا ایک بھائی بھی تھا۔جس کا نام منان تھا، اس نے اپنے بھائی کے بدلے کے لیےمافیا کی دنیا میں قدم رکھا۔اسی نے تمہاری ماں ، بہن چچا ،چچی کو مارا،اور اس وقت وہ مافیا کا بہت اہم اور خطرناک انسان بن چکا ہے۔

میں اکیلا اسے نہیں پکڑ سکتا مجھے اس میں تمہاری مدد چاہیےاور تمہیں میری مدد کرنے کے لیے ایجنسی جوائن کرنی ہوگی ، پہلے دو سال کی ٹریننگ ہو گی اس ٹریننگ کے بعد تم ایجنسی جوائن کر سکتے ہو اس قابل بن سکتے ہو کہ میرے ساتھ مل کر اپنا بدلہ لے سکو"۔

اس دن سے دبیر کا صرف ایک ہی مقصد تھا ۔ اپنی فیملی کے قاتل کو ڈھونڈنا۔ اب وہ اپنے باپ کی ایجنسی میں ٹریننگ کے لیے گیا ۔وہاں بہت سے بچے ٹریننگ کے لیے موجود تھے۔ وہ سب سے الگ تھا سب سے خاموش اور دور رہنے والا ۔ ہنسنا تو جیسے اس نے 8سال پہلے ہی چھوڑ دیا تھا۔

دبیر اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا جب ایک لڑکا کمرے میں داخل ہوا۔

دبیر کا نیا روم میڈ تھا ۔یہ سانولے رنگ کا دبلا پتلا لڑکا عمر 20 سال کے قریب تھی۔کالی بڑی آنکھیں شرارت سے بھری ہوئی۔ کندھوں تک آنے والے براؤن بال پونی میں بندے ہوئے۔

دبیر کے بیڈ کے قریب آیا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا ہیلو۔"میرا نام سارم ہے، لوگ مجھے امیر باپ کی بگڑی اولاد بھی کہتے ہیں اور تمہارا؟"۔اس نے شوخ انداز میں بولا۔

"دبیر،میں کسی امیرباپ کی اولاد نہیں "۔دبیر نے اس ہاتھ ملایا۔۔۔

تو تم یہاں کب سے ہو؟ سارم نے پوچھا

دو دن پہلےسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

" تھوڑی سی شرم کرلو پھر نئے آنے والے کو کم سے کم چائے پانی

پوچھ لو " سارم نے کہا۔

دبیراس کی بات پر مسکرایا ۔۔۔۔۔۔

دبیرگیا اوراسے پانی کا گلاس لا کر دیا۔۔

"تھینکس" سارم نے پانی کا گلاس لیتے جواب دیا ۔

دبیرکمرے سے جانے لگاتو سارم نے پوچھا" کہاں جا رہے ہو"۔

ٹریننگ کے لیے۔۔۔۔۔

"میں بھی چلتا ہوں"۔سارم نے کہا۔

"تم تھکے ہوئے ہوں آج ریسٹ کروں تم کل سے ٹریننگ پر آ جانا"۔

"بھائی میں تھوڑی نا مہمان ہوں میں بھی ساتھ جاؤں گا"،

"چلو پھر" دبیر یہ کہہ کر باہر نکال گیا۔

"بتا دیتے اتنی محنت کرنی ہےتومیں آج ریسٹ کر لیتا". سارم نے

کمرے میں آتے ہی کہا ۔

"میں نے تو کہا تھا ریسٹ کر لو تم ہی کہہ رہے تھے میں ساتھ چلو

گا اور آج صرف ٹرائل دیا ہے ٹرینیگ کل شروع ہوگی"۔دبیر نے کہا۔

"یہ ٹرائل تھا تو ٹرینیگ کسی ہوں گی "۔سارم نے حیرانی سے پوچھا۔

"دبیر اس کی بات پر مسکرایا اور اپنے بیڈ سےاٹھ کر کمرے سے

باہر جانے لگا۔

"اب کہاں جا رہے ہو؟" دبیر کو باہر جاتا دیکھ سارم نے پوچھا" ۔

"نماز پڑھنے جا رہا ہوں"۔

رک میں بھی چلتا ہوں۔ "یہ کہہ کر سارم دبیر کے ساتھ کمرے سے

باہر نکل گیا۔

اگلے صبح سارم سو رہا تھا جب اس کے کانوں میں ایک زور دار

سائرن کی آواز آئی۔

وہ ہڑبڑی میں اپنے بستر سے اٹھنے لگا تو نیچے گر گیا ۔

آگ لگ گئی،

آگ لگ گئی ------

سارم کی یہ حالت دیکھ کر دبیر اپنے بیڈ پر بیٹھا ہنس رہا تھا۔

"باہر آگ لگ گئی اور تو بیٹھا ہنس رہا ہے"۔سارم نے حیرانی سے

پوچھا ۔

"باہر کوئی آگ نہیں لگی یہ سائرن صبح اٹھانے کے لیے بچتا ہے"۔

دبیر ابھی بھی پیٹ پکڑ کر ہنس رہا ہے--

"ایسے کون اٹھاتا ہے"۔سارم غصے سے بولا۔

دبیر کو ہنستے دیکھ سارم کو مزید غصہ آیا۔"اپنے یہ دانت اندر رکھو

نہیں تو توڑ دوں گا"۔

"چلو نہیں ہستا اب تیار ہو جاؤ اس سے پہلے ہم لیٹ ہو جائے"۔ وہ

ہنسی روکتے ہوئے بولا۔

دبیر اور سارم میدان میں پہنچے اور بنی لائنوں میں کھڑے ہو گئے۔ وہاں تقریبا 30 کے لگ بھگ لوگ تھے۔ زیادہ تر لڑکے اور چند لڑکیاں۔

مرتضی سٹیج پر آئے۔

یہاں پر کھڑا ہر شخص پہلے صرف اپنی زندگی کا ذمہ دار تھا۔ اب لاکھوں زندگیوں کا ذمہ دار ہوگا، یہ ذمہ داری چھوٹی نہیں ہے اگر آپ میں سے کوئی بھی خود کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ یہ ذمہ داری نبھا سکے تو دروازہ کھلا ہے آپ جا سکتے ہیں اور اگر آپ یہ ذمہ داری اٹھانے کا فیصلہ کرتے ہیں تو آپ کو بہت سی قربانیاں دینی پڑے گی خود کو ابھی سے ان قربانیوں کے لیے تیار کرلیں"۔

" یہ آپ کی ٹرینر ہیں جو آپ کو ٹریننگ دیں گے"۔ مرتضی نے پاس کھڑے حماد کی طرف اشارہ کیا۔

"امید ہے آپ سب ان کی بات مانیں گے ،قوانین کی عزت کریں گے ،ورنہ اپنی حالت کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے"۔ مرتضی یہ بول کر وہاں سے چلا گیا ۔

"یہ سمجھا کر گئے ہیں یا دھمکا کر" ۔سارم نے آہستہ سے دبیر سے پوچھا۔

"دھمکی ہی سمجھ لے" ۔دبیر نے جواب نے دیا ۔

حماد سٹیج پر آیا ہم ٹریننگ سے پہلے کچھ ورزش کر لیتے ہیں یہ جو گراؤنڈ آپ کو نظر ارہا ہے آپ کو بس اس کے تین چکر لگانے ہیں ۔ وہ گراؤنڈ ایک طویل رقبے پر مشتمل تھا ۔

"بندہ کوئی سلام دعا بھی کر لیتا ہے آتے ہی شروع ہو گئے اور تین چکر صرف وائرم اپ ہے تو ٹریننگ کیا ہوگی"۔ سارم عورتوں کی طرح شکایت کرنے لگا۔

چپ کر کے چکر لگا اس سے پہلے یہ جلاد ہمیں سولی پر چڑھا دیں۔دبیرنے یہ کہہ کر دوڑنا شروع کر دیا۔

اب سارے لوگ گراؤنڈ کا چکر لگانے کے بعد اپنی پوزیشنز لے چکے تھے۔

آپ کو تین چیزیں یہاں پر سکھائی جائیں گی۔ شوٹنگ، فائٹنگ ،دا رائٹ وے اف یوزنگ برین ۔

(Shooting, fighting and The right way of using brain)

آپ میں سے ہر انسان میں ان میں سے کوئی ایک خوبی موجود ہے ۔جو آپ کو یہاں تک لے کر آئی ہے ۔

باقی دو خوبیاں ہم آپ نے بلٹ کریں گے، پہلے کچھ مہینے فایٹنگ کی ٹریننگ ہوگی ،اس کے بعد ٹیسٹ ہوگا جسے اگر آپ پاس نہ کر سکیں ،نئے آنے والے بیچ کے ساتھ آپ کو دوبارہ تین مہینے فائٹنگ کی ٹریننگ لینی ہوگی۔

"یہ تو ہمارے شوٹنگ والوں کے ساتھ غلط ہورہا ہے"۔سارم منہ میں

بڑبڑایا۔اس نے کچھ سوچ کر دبیر سے پوچھا"تم بھی شوٹر ہو"۔

"نہیں میں فائٹر ہوں "۔ دبیر نے جواب دیا۔

"چلو ایک ڈیل کرتے ہیں میں تمہیں شوٹنگ سکھاؤں گا تم مجھے

فائٹنگ سکھا دینا "یہ کہہ کر ہاتھ دبیر کی طرف بڑھایا۔

دبیر نے اس کی بات پر کچھ دیر سوچا۔

"ڈیل"۔دبیر نے سارم سے ہاتھ ملایا۔

ٹریننگ کے پہلے دن ہی دبیر کوسارم کی فائٹنگ سکلز دیکھ کر اپنی

ڈیل پر بہت پچھتاوا ہوا۔سارم کو فائٹنگ سکھانا ایسا تھا جیسے چینی

کو اردو سکھانا۔

ٹریننگ کے بعد سارم تھکا ہارا اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا۔

دبیر سارم کے بستر کے قریب گیا۔" اٹھ میرے ساتھ چل"

"کیوں"۔ سارم نے تھکے لہجے سے پوچھا

" حماد کی ٹریننگ ختم ہوئی ہے میری ابھی باقی ہے".

"میں بہت تھک چکا ہوں میں کہیں نہیں جا رہاکل سے شروع کریں

گے"........

"کل سے نہیں آج سے ہی ویسے بھی جو حالات ہیں تمہارے اگر

ٹریننگ پر فوکس نہیں کیا توتمہیں اگلے بیچ کے ساتھ بھی تین

مہینےٹریننگ لینی پڑے گی۔ایسا نہیں چاہتے تو جلدی اٹھو اور چلو

میرے ساتھ".

دبیرسارم کو لے کر فائٹنگ ایریا میں آگیا۔ سامنے حماد کسی لڑکی کو

ٹریننگ دے رہا تھا۔وہ لڑکی دیکھنے میں بے حد معصوم اور کافی کم

عمر تھی۔ اس کی عمر تقریباً 16 سال کے قریب لگ رہی تھی۔

"لگتا ہے اپنی بیٹی کو ٹریننگ دے رہا ہے". سارم نے دبیر کے کان

میں کہا۔

"شادی ہی نہیں ہوں تو بیٹی کہاں سے آئی گی"۔دبیر نے جواب دیا۔

"پھر بہن ہوگی "........

"ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہے کوئی بہن بھائی نہیں حماد کا"......

"تجھےاس کے بارے میں اتنا کیسے پتہ ہے" سارم نے پوچھا۔

"ٹیلنٹ ہے میرا "دبیر نے اپنا فرضی کالر جھاڑا۔

سارم کچھ اور پوچھتا اس سے پہلے ہی دبیر سارم سے بولا۔"چپ کر کے دیکھ اور کچھ ٹرکس تو بھی سیکھ لے اگے کام آئیں گی"

"آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔تم نے بہت اچھا کیا،بس کچھ ٹرکس یاد رکھو سامنے والے کے کمزور حصے ناک پیٹ وغیرہ پر فوکس کرو"۔

بات کرتے وقت حماد کی نظر دبیر اور سارم پر پڑی۔حماد اس لڑکی کو وہاں روکنے کا کہہ کر دبیر اور سارم کی طرف آیا۔

"تم دونوں اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو"۔ حماد نے پوچھا

"سارم فائیٹنگ میں کمزور ہےتو وہ فائیٹنگ کو ایکسٹرا ٹائم دینا چاہتا ہے

،میں اس کی فائٹنگ سکلز بہتر کرنے میں اس کی مدد کر رہا ہوں"۔دبیر

نے بتایا

سارم تم فائٹنگ میں کمزور تو ہو ،میں تمہیں کچھ ٹرکس سکھاتا ہوں

۔حمادسارم کو اپنے ساتھ لے کر جانے لگامڑ کر دبیر سے بولا "یہی انتظار

کرو مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

دبیرنے قریب بینچ پر بیٹھی معصوم سی لڑکی کو دیکھا۔وہ اسے اپنی بہن

مریم کی یاد دلا رہی تھی۔اس لڑکی کے کہنی پر چوٹ لگی تھی،وہ بار بار

اپنی کہنی کو دیکھ رہی تھی۔ دبیر فسٹ ایڈ باکس سے ایک ٹیوب نکال کر

لایا اور اس کی طرف بڑھائی۔"یہ لگا لو آرام آ جائے گا"۔

اس لڑکی نے معصوم نظروں سے دبیر کو دیکھا۔"شکریہ بھائی"

"ویلکم"۔ دبیر نے مسکرا کر جواب دیا۔

حماد ان دونوں کی طرف آیا،سارم ابھی بھی ٹرینیگ کر رہا تھا۔

"دبیر یہ تانیہ ہے"۔حماد نے قریب لڑکی کا نام بتایا۔

"تانیہ یہ دبیر ہے اور اب سے یہ تمہیں ٹریننگ دے گا۔دبیر تمہیں اس بات پر کوئی مسئلہ تو نہیں۔"حماد نے دبیر سے پوچھا

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں میں اسے ٹریننگ کروا دو گا"

حماد حیران ہوا تھا کیونکہ حماد کو دبیر سے اتنی جلدی ماننے کی امید نہیں تھی۔

"تانیہ تو اب آپ جا سکتی۔ تانیہ کے وہاں سے چلے جانے کے بعد دبیر حماد سے بولا"مجھے امید نہیں تھی اتنی جلدی دوبارہ ملیں گے"۔

"مجھے توامید تھی دیکھو ہم مل بھی گئے"۔ حماد نے مسکرا کر کہا۔

"دبیر تانیہ یہاں کی سب سے چھوٹی ٹرینی ہے۔ وہ فائٹنگ میں کافی کمزور بھی ہے ۔مجھے امید ہے تم اس کی ٹریننگ میں مدد کرو"

"اس لڑکی کے گھر والوں نے اتنی چھوٹی عمر میں ایسے کیسے یہاں آنے کی اجازت دے دی"۔ دبیرنے حیرانی سے پوچھا۔

"فیملی ہو گی تو اعتراض کرے گی"۔ حماد نے افسردگی سے کہا۔

کیا اس کا کوئی بھی نہیں ہے---

حماد نےاسے ساری بات بتائی۔ حماد نے دبیر کے کندھے پرہاتھ رکھا۔"تم اسے سمجھ سکتے ہو، دبیراس لیے میں نے تانیہ کی ذمہ داری تمہیں دی ہے۔مجھے امید ہے تم اس کا خیال رکھوں گے"۔حماد یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

دبیر اور سارم کینٹین سے رات کا کھانا لے کر کیفے ٹیریا میں بیٹھنے کی جگہ ڈھونڈ رہے تھے ۔دبیر کی نظر تانیہ پر پڑی جو اکیلے بیٹھی کھانا کھا رہی تھی ۔دبیر اس کے ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

"کہاں جا رہا ہے "۔ سارم میں پوچھا۔

"تو چل بتاتا ہو" دبیر نے سارم سے کہا۔

"دبیر نے تانیہ کے قریب جا کر کہاں" کیا ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں۔

"ہاں کیوں نہیں "۔ تانیہ نے خوش دلی سے کہا۔

"یہ کون ہے؟" سارم نے دبیر سے پوچھا

تیری طرح میں اسے بھی ٹریننگ دوں گا۔

کیا نام ہے تمہارا ؟ سارم نے پوچھا۔

"تانیہ" جواب دبیر نے دیا۔

"ہم جب تمہاری عمر کے تھے تو سکول میں تھے تم یہاں کیا کر رہی ہو"

۔سارم نے کہا

"آپ جب میری عمر کے تھے تو نالائق تھے اس لیے سکول میں تھے میں ٹیلنٹیٹ ہوں اس لیے یہاں پر ہوں"۔ تانیہ نے معصوم سی شکل بنا کر جواب دیا۔

دبیر سارم کی بی عزتی پر اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا، جبکہ سارم کو اپنی بے عزتی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"شکل تو انسانوں والی ہیں پھر ناخن کیوں چڑیلوں والے رکھے ہوئے ہیں" ۔ سارم تنزیہ انداز میں بولا

"میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کالے بھالو جیسے کیوں دیکھتے ہیں۔"

وہ ایک بار پھر اسی معصوم انداز میں بولی ۔

سارم کی بے عزتی پر دبیر اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ پایا اور کھکا لگا کر ہنس دیا۔

"خود بھی تو تم جنگلی بلی لگتی ہوں"۔

"آپ نےمجھے جنگلی بلی کیسے کہا"۔

"منہ سے"۔سارم اسے چڑھاتے ہوئے بولا۔

"دبیر بھائی دیکھیں یہ مجھے یہ کیا کہہ رہے ہیں"۔ تانیہ نے دبیر سے کہا ۔

"اگر اب تم نے ایک اور لفظ بھی تانیہ کو کہا تو میں تمہاراوہ حال کروں گا کہ تم یاد رکھو گے"۔ دبیر نے سارم کہ وارن کیا

"تم میرے دوست ہو یا اس کے"۔سارم نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ آپ کے دوست ہے مگر میرے بھائی ہے"۔

"آپ میرے بھائی ہےنا"۔تانیہ نے پوچھا۔اس کی آنکھوں میں حسرت تھی، دبیر نے مسکرا سر "ہاں " میں ہلایا، آنکھوں کی حسرت اب چمک میں بدل چکی تھی۔

"دوست دوست نہ رہا"۔ سارم نے ڈرامی اندازمیں کہا۔

" تیرا ڈرامہ ختم ہو گیا تو چلے دیر ہو رہی ہے"۔

تم بھی جا کر سو جاؤ ۔ اسے شبخیر کہہ کر دبیر اور سارم اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے ۔

ضد نہ کر میری داستان سننے کی،

میں ہنس کر بھی سناؤں گا تو تو رو پڑے گا۔

سارم اور دبیر اچھے دوست بن گئے تھے۔ سارم بولتا رہتا اور دبیر سنتا رہتا تھا۔

ایک رات اچانک دبیر کی آنکھ کھلی تو اس نے سارم کوکھڑکی کے پاس کھڑے دیکھا۔

اس نے گھڑی دیکھی تو رات کے تین بج رہے تھے۔

دبیر اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔"اس وقت یہاں کیوں کھڑے ہو"۔

"کبھی کبھی سب ہونے کے بعد بھی کتنا تنہا لگتا ہے"۔ سارم نے مڑے بغیر کہا۔

"کیا ہوا ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو" دبیر نے پوچھا۔

ایسے ہی-----

"اس پہر کوئی بھی ایسے ہی ایسی باتیں نہیں کرتا" دبیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بیڈ پربٹھایا۔

"چل بتا اب کیا ہوا"

سارم نے گہرا سانس لیا وہ آنکھوں میں موجود آنسو چپھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کی حالت دیکھتے ہوئےدبیرنے اسے گلے سے لگا لیا ۔

"انسان بھی کتنے ظالم ہوتے ہیں نا دبیرکبھی کبھی ہم کچھ بھی نہیں مانگتےمگروہ ہر چیز دیتے ہیں اور کبھی کبھی ہم مانگ کر تھک جاتے ہیں اور وہ کچھ نہیں دیتے" ۔

یہ کہہ کر سارم دبیر سے الگ ہوا اور ایک اور گہرا سانس لے کر بولا۔

" لوگ سمجھتے ہیں میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوا ہوں مجھے لگتا ہے میں بدقسمتی لے کر پیدا ہوا ہو۔بچپن سے آج تک میں نے کبھی پورا دن بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ نہیں گزارا۔ دونوں دنیا کے لیے کامیاب بزنس ائمپایر چلا رہے ہیں۔ مگر اچھے ماں باپ نہیں بن سکے۔بچپن سےہم نے کبھی ساتھ کھانا نہیں کھایا اگر ناشتہ ماں کے ساتھ کیا تو رات کا کھانا باپ کے ساتھ کھایا۔ کبھی دونوں میرے ساتھ نہیں بیٹھے دل کی باتیں نہیں کی۔ کبھی نہیں دیکھا میں کیسے لوگوں کے ساتھ رہتا ہوں ۔

مجھے لگتا تھا کم سے کم میرے پاس ماں باپ دونوں ہیں ۔اب وہ دونوں بھی الگ ہو رہے ہیں ۔پہلے کبھی ہم میری برتھ ڈے پر ہی ساتھ ہوتے تھے اب شاید ایسا زندگی بھر نہ ہو، کیاانہوں نے کبھی سوچا ہے کہ ان کے بیٹے کو ان کی ضرورت ہے، انہیں نے نہ کبھی

یہ بچپن میں سوچا نا اب سوچ رہے ہیں ۔دبیر وہ ڈیورس لے رہے ہیں"۔سارم بچوں کی طرح رو رہا تھا۔

دبیر کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ لڑکا جو اتنے دن سے ہنس رہا ہے اور اسے ہنسا رہا ہے اور اندر سے کتنا ٹوٹا ہوا ہے۔ دبیر کو سمجھ نہیں آرہا تھا اسے کیا کہیں، کتنی ہی دیرسارم دبیر کے گلے لگ کر روتا رہا۔

دبیر نے سارم کو خود سےدور کیا اور اسے کندھوں سے پکڑ کر بولا"لوگوں کو دل کا حال بتانے سے کچھ نہیں ہوتا، بتانا چاہتے تو اپنے خدا کو بتاؤ ۔تمہارا غم سننے سے کچھ لوگوں کو تو فرق ہی نہیں پڑے گا اور کچھ بس آفسوس کریں گے کوئی کچھ نہیں کر سکتامگر اللہ تو کن کا مالک ہے۔"

سورہ مریم میری فیورٹ ہےپتہ ہے کیوں۔۔۔۔

"کیوں" ؟سارم نے پوچھا

کیونکہ میں نے سورہ مریم سے سیکھا ہے۔کہ اگر صبر کرتے کرتے

دل بے قرار ہو جائے جیسے حضرت حنا رضی اللہ کا ہو گیاتو اللہ سے

یہ بھی کہہ دینا چاہیےکہ یا رب مجھے تو صبر کرنا تھا مگر دل تڑپ

گیا ہے۔ سورہ مریم نے مجھےسکھایا کہ کسی کے پاس اگر وہ

نعمتیں موجود ہیں جو آپ کو اپنے لیے ناممکن لگتی ہے تو اللہ سے

مانگ لینا چاہیے جیسے حضرت مریم رضی اللہ تعالی عنہ کے حجرے

میں بے موسمی پھل دیکھ کر ذکریا علیہ السلام اپنے رب سے بے

موسم کی اولاد مانگ لی اور یہ نہیں سوچا کہ عمر بیت چکی ہے

کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میرا رب کیا نہیں دے سکتا سورہ مریم ہمیں

بتاتی ہے دعا زندگی بدل سکتی ہے۔

"مگرمیری دعا قبول نہیں ہوتی "۔سارم نے بے چینی سے کہا۔

"تو یہ سوچ کر اپنے رب کی رضا میں راضی ہوجاؤ کہ یہ تمہارے حق

میں بہتر ہے اور بے شک تمہارا رب تمہیں تم سے زیادہ جانتا ہے"۔

"بے شک "۔سارم کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

سارم اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا ۔دبیر نے اس سے نہیں پوچھا وہ

کہاں جا رہا شاید اسے پتہ تھا وہ کہا جا رہا ہے ۔

سارم مسجد میں نوافل کی نیت باندھے کھڑا تھا ۔آج وہ نہ کچھ مانگنے آیا

تھا،نہ شکایت کرنے آیا تھا۔ وہ بس رب کی رضا میں راضی ہونے آیا تھا۔

اس نے سجدے میں سر رکھا ،اس کے آنسوں مسجد میں بیچھی صف میں

جذب ہو رہے تھے ۔وہ کہنا بہت کچھ چاہتا تھا مگر الفاظ تھے کہ اس کا

ساتھ ہی نہیں دے رہے تھے ،

اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں ، پھراس نے خود کو کہتے سنا "یا اللہ

میں آج کچھ مانگنے نہیں آیا تیری رضا میں راضی ہونے آیا ہوں "اتنی سی

بات تھی کہ سارا غم ساری شکایتیں ختم ہو گئی ۔

اگلے دن سارم دبیر سے ملے بنا ہی چلا گیا۔ رات ہونے والی تھی اور سارم

ابھی تک واپس نہیں آیا تھا، دبیربہت پریشان تھا،پریشانی سے کمرے میں

ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔سارم کمرے میں داخل ہوا تو دبیر نے سکون کا سانس لیا ۔

سارم کمرے میں داخل ہوا اور آتیں ہی دبیر کے گلے لگ گیا، "معجزے ہوتے ہیں دبیر، میں نے اتنے سال اللہ سے اپنے لیے دعا مانگتا رہا اوراپنی قسمت پر شکایت کرتا رہا صرف آج ہی میں اللہ کی رضا میں راضی ہوا اس نے مجھے وہ دے دیا جو مجھے چاہیے تھا" .

دبیر موم ڈیڈ ڈیورس نہیں لے رہے،تمہیں پتا ہے آج ہم نے ساتھ کھانا بھی کھایا۔وہ خوش ہو کر بچوں کے طرح دبیر کو ساری باتیں بتا رہا تھا"۔ دبیر بھی اس کی باتیں مسکرا کر سن رہا تھا ۔

آج تانیہ کا برتھ ڈے تھی۔ کیمپس میں پارٹی کرنے کی اجازت نہیں تھی اس لیے دبیر اور سارم نے تانیہ کے کمرے میں چوری کیک کاٹا، کافی دیر بیٹھ کر باتیں کی۔

"ٹروتھ اورڈیئر کھیلتے ہیں "۔سارم نے مشورہ دیا ۔

"ہاں کھیلتے ہیں مگر شروع میں کروں گی "۔

تانیہ نے بوتل گھمائی وہ دبیر پر رکی۔

"کچھ سنا دیجئے "تانیہ نے کہا

کیا سناؤ.......

کچھ بھی گانا شعر آپ کی مرضی

دبیر نے کچھ دیر سوچا اور پھر شعر بولنا شروع کیا۔

ہنسنے نہیں دیتا،

کبھی رونے نہیں دیتا،

یہ دل تو کوئی کام ہونے نہیں دیتا،

تم مانگ رہے ہو میرے دل سے میری خواہش،

بچہ تو کبھی اپنے کھلونے نہیں دیتا،

وہ کون ہے،

اس سے میں واقف بھی نہیں ہوں ،

جو مجھے کسی اور کا ہونے نہیں دیتا،

واہ واہ انہوں نے دبیر کے شعر کو داد دی ۔

اس بار بوتل تانیہ پر رکی۔

"ٹروتھ اورڈیئر "سارم نے پوچھا۔

" ڈیئر" تانیہ نے کہا۔

"اپنے ناخن کاٹ دو"۔۔

" میں ٹرتھ لوں گی"۔۔۔۔

"ڈیئر کہا ہے تو پورا بھی کرو""۔۔

"میں نے اتنی مشکل سے ناخن بڑے کیے ہیں میں نہیں کاٹوں گی"

" اگر تم خود نہیں کاٹو گی تو میں پکڑ کے کاٹ دوں گا"۔

"دبیر بھائی آج میرے برتھ ڈے کے دن بھی ہے یہ کالا بھالو مجھے تنگ

کر رہا ہے"۔ تانیہ ہمیشہ کی طرح معصوم چہرہ بنائے دبیر کو دیکھ رہی

تھی۔

"تانیہ کا ڈیئر مجھے دے دوں"۔دبیر بولا

"پکا سوچ لے"۔سارم کی آنکھوں میں شرارت نظر آرہی تھی۔

دبیر نے ہاں میں سر ہلایا۔

اپنا بازوں آگے کر۔۔۔۔

"دبیر نے اپنا بازوں آگے کیا"۔

سارم نے اپنے بیگ سے ویکس کی سٹریپس نکالی ۔

"یہ تمہارے پاس کہاں سے آئی"۔تانیہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"بس جلوہ ہے ہمارا"۔سارم شوخ لہجے میں بولا۔

"سارم دبیر کا بازوں پر ویکس کی پٹی لگانے لگا۔ سوچ لے بہت پھچتائے گا تو"دبیر نے وارن کیا۔

"وہ بعد میں سوچے گے۔سارم نے یہ کہہ کر پٹی کھنچی ،دیبر اپنا بازوں پکڑیں درد سے زمین پر کروٹ بدل رہا تھا"۔سارم اس کی حالت دیکھ کر کہکا لگائے ہنس رہا تھا۔

"اب تیری باری"۔ دبیر سارم سے بولا

"بوتل تو گھمائی ہی نہیں". سارم خفتگی سے بولا

"بچوں کی طرح کیوں رو رہے ہو" ۔تانیہ سارم سے بولی

"اچھا بتاؤ پھر کیا ڈیئر ہے"سارم بولا۔

تانیہ نے سارم کوڈیئر بتایا

"میں نہیں کروں گا" -----

"ہم پوچھ نہیں رہے بتا رہے ہیں". تانیہ بولی

بولا نا میں نہیں کروں گا" -----"

"کرے گا تو تیرا باپ بھی" دبیر بولا۔

"ٹھیک ہے پھر انہیں سے کروا لیں میں تو نہیں کر رہا" ۔سارم تیور

دکھاتے بولا

دبیر نے سارم کا کالر پکڑا اور پھر پوچھا" بتا اب کرے گا یا نہیں"

"کرونگا" سارم بےچارگی سے بولو

سارم تانیہ کی فراک پہنے ہوئے ہاتھوں میں لال چوڑیاں لال لپسٹک لگائے

سر پر بالوں کی وگ لگائے کھڑا ہے ۔

"پرفیکٹ" ۔دبیر نے کہا ۔

"کہاں پرفیکٹ اگرفراک پورے پاؤں تک آتی تو زیادہ اچھا لگتا"۔تانیہ نے

سارم کو چڑھانے کے لیے بولا ۔

وہ دونوں اسے کوریڈور میں لے کر آئے ۔

"ناچ بسنتی ناچ" ۔تانیہ نے سارم کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا اور گانا

چلایا۔

رات کے ایک بجے سارم گانا پر کوریڈور میں ناچ رہا تھا۔

میری چاہتیں تو فضا میں بہے گی،

زندہ رہیں گی ہو کےفنا،

اے خدا بس آج بچا لیں کوئی دیکھ نہ لے سارم دل میں سوچ رہا تھا۔

تیری دھڑکنوں کی سرگوشی میری دھڑکنوں میں بجتی ہے،

یہ جاگتی نگاہوں سے خواہش تیری سجتی ہے،

میری چوڑیوں کی کھن کھن سے تیری صدائیں اتی ہیں،

یہ دوریاں ہمیشہ ہی نزدیک ہم کو لاتی ہیں،

امی جے تمار

اچانک سامنے پٹھان گارڈ آ کھڑا ہوا ۔ تانیہ اور دبیر پلر کے پیچھے کھڑے سب دیکھ رہے تھے۔ تانیہ نے فوراً گانا بند کیا۔

تم کون ہے بین(بہن)۔

"میں منجولیکا ہو" ۔ سارم لڑکی کی آواز میں بولا

"تم کیا لکھا ہو"۔ گارڈ نے ناسمجھی سے پوچھا ۔

"چچا میرا نام منجولیکا ہے "۔

تانیہ اور دبیر پلر کے پیچھے کھڑے سارم کی حالت پر ہنس رہے تھے ۔

بین تم جو بھی ہے یہاں کیا کر رہا ہے ۔

"میں خون کی ہولی کھیلنے آئی ہوں" سارم نے کہکا لگاتے ہوئے کہا ۔

"تو تم ہندو ہے۔ مگر ہولی کھیلنے یہاں کیوں آیا ہے"۔

سارم کا دل کیا اپنا سر دیوار میں دے مارے ۔

دبیراور تانیہ پلر کے پیچھے ہنس ہنس کر پاگل ہو رہے تھے ۔

میرا مطلب میں خون پینے آئی ہوں ۔

"بین تم کو پتہ نہیں ہے ۔خون حرام ہے ۔مگر تم تو ہندو ہے تمہیں کیا فرق پڑتا ہوگا" ۔پٹھان نے اپنے سوال کا جواب خود ہی دیا ۔

"میرا مطلب میں چڑیل ہوں"۔ سارم اب بےزار لہجے میں بولا ۔

"وہ تو ہم خود ہی دیکھ لیتا ہے تم چڑیل ہے یا نہیں" ۔

"وہ کیسے" سارم نے حیرانی سے پوچھا ۔

"ہم تم کو ابھی گولی مارے گا خون نکلا تو تم انسان، نہ نکلا تو چڑیل "۔گارڈ نے یہ کہہ کر بندوق سارم کی طرف سیدھی کی۔

"میں مزاق کر رہا تھا میں انسان ہی ہو"۔ سارم ویگ اتار کر اپنی اصلی آواز میں بولا۔

"تم ام(ہم) سے مزاق کر رہی تھی، ام سے ۔اب تو ام ضرور تم کو گالی مارے گا"۔یہ کہہ کر خان نے اس کی طرف بندوق سر پر رکھی۔

"گولی تو تب مارے گا نا خان جب پکڑے گا"سارم یہ کہہ کر وہاں سے بھاگ گیا

راہداری میں بھاگتے ہوئے وہ کسی سے ٹکرایا،"کون اندھا ہے جو راستہ کے درمیان میں کھڑا ہے".

سارم نے اس کا چہرہ دیکھا تو مرتضی تھا۔" سر وہ.... وہ میرا مطلب وہ نہیں تھا".

مرتضی نے حیرانی سے سارم کے حلیے کو دیکھا،" تم میرے ساتھ آفس چلو مجھے تم سے بات کرنی ہے". یہ کہہ کر مرتضی آ گے بڑھ گیا۔

"ہم کمرے میں چلتے ہیں" تانیہ نے آہستگی سےدبیر کو کہا۔

"چلوچلیں مگرکمرے میں نہیں آفس میں"۔پیچھے سے حماد کی آواز آئی

حماد دبیراور تانیہ کے ساتھ آفس میں داخل ہوا، سارم انہیں دیکھ کرخوشی سے اچھل پڑا"مجھے پتہ تھا میرے دوست مجھے اکیلا نہیں چھوڑیں گے"۔

"کون سے دوست ،کہاں کے دوست ،سر ہم اسے نہیں جانتے، ہم تو شور سن کر باہرآئے تھے"۔تانیہ بولی

"تو پھر یہ فراک کس کا ہے اور یہ لپسٹک وغیرہ کس کی ہےجنگلی بلی جھوٹ کیوں بول رہی ہو"۔سارم اب لڑاکی عورتوں کی طرح لڑنے لگا تھا۔

"ایک اوربار جنگلی بلی بولا نا پھر بتاؤں گی"۔ تانیہ اور سارم کی لڑائی کو دبیر خاموشی سے دیکھ رہا تھا ۔

"تم دونوں چپ کرو اور سارم یہ بتاؤ تم نے یہ کپڑے کیوں پہنے ہوئے ہیں"۔مرتضی نے پوچھا

یہ تو دبیر نے زبردستی پہنایا ہے ۔سارم نے معصوم چہرہ بنا کر کہا ۔

"دبیر نے ایسا کیوں کیا "۔حماد نے حیرانی سے پوچھا

" وہ میں نے اس کے بازوں کی ویکس کی تھی اس لیے" ۔

"اور تم نے اس کے بازوں کی ویکس کیوں کی ۔"

"ایسے ہی" سارم بے شرمی سے ہنستا ہوا بولا

"تم تینوں اپنی سزا کے لیے تیار ہو جاؤ"۔مرتضی سختی سے بولا

"آپ سارم اور مجھے سزا دے دیجئےمگر تانیہ کو رہنے دیں" ۔ دبیر

بولا

"نہیں اگر سزا ملے گی تو ہم تینوں کو ساتھ ہی ملیں گے"۔ تانیہ بولی۔

"ایسے کریں اپ میرے حصے کی بھی سزاان دونوں کو ہی دے

دیں"۔وہ دونوں بہن بھائی کا ڈرامہ دیکھتے ہوئے بولا۔

حماد سارم کی بات پر مسکرا۔۔

"چھوڑ دیجئے بچے ہیں دوبارہ نہیں کریں گے"۔حماد نےان کی

طرفداری کرتے ہوئے مرتضی کے کان میں کہا۔

"میں اس غلطی کو تم تینوں کی پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر

معاف کر رہا ہوں ،اگلی بار اگر ایسا ہوا تو تم لوگ اپنی حالت کی ذمہ

دار خود ہو گئے" ۔مرتضی نے وارننگ دی۔

تم تینوں یہاں سے جا سکتے ہوں۔۔۔۔۔۔

"نکلو یہاں سے اس سے پہلے یہ ارادہ بدل لیں" ۔سارم نے آہستہ

سے کہا۔

"تینوں آفس سے باہر نکل رہے تھے ،سارم رکا اور پیچھے مڑا ،سر

اس گارڈ کی اردو صحیح کریں یا پھر گارڈ کو بدلیں" ۔

حماد اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا تھا، مرتضی نے اسے ایک

زبردست قسم کی گوری سے نوازا،

"ایسے مت دیکھے جا رہا ہوں" سارم یہ کہتا آفس سے باہر نکل گیا۔

"تمہیں ان تینوں سے اتنی ہمدردی کیوں ہو رہی تھی"۔مرتضی نے

حماد سے پوچھا۔

سر ان تینوں بچوں کو دیکھ کر میرے دل میں خواہش ہوتی تھی، کہ میں دبیر کو ہنستے دیکھوں، ٹوٹی ہوئی تانیہ کو جڑتا دیکھو،جھوٹی مسکراہٹ رکھنے والے سارم کو دل سے مسکراتےدیکھوں، مجھے لگتا ہے یہ تینوں بچےایک دوسرے کی کمیوں کو پورا کرنے کے لیے ہی بنے ہیں، تین ٹوٹے ہوئے انسان ایک دوسرے کو جوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

کہہ سکتے ہیں کہ،

جو خواب ٹوٹے تھے

پھر سے سجا رہے ہیں،

کھو رہے ہیں کچھ پا رہے ،

اب یہ زندگی کی طرف نیا قدم اٹھا رہے ہیں ۔

"اب سے تمہیں حماد کہوں یا مرزا غالب" ۔ مرتضی نے اس کی ٹانگ کھینچتےہوئے پوچھا۔

وقت کا پہیہ چلتا رہا،وقت گزرتا رہا۔ چار سال کیسے گزرے پتہ ہی نہیں چلا،حماد صحیح کہہ رہا تھا،وہ تینوں ایک دوسرے کوجوڑ رہے تھے، تینوں اب اپنی ٹریننگ پوری کر چکے تھےاور ایجنسی جوائن کر لی تھی۔ اب وہ تینوں ہر مشن میں ساتھ ہی نظر آتے تھے۔

دبیر ہنسنے لگا تھا مسکرانے لگا تھا، سارم اپنی تنہائی کو دور کر رہا تھا، تانیہ نے نئے رشتے بنائےتھے۔

مگرکہتے ہیں نا وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا، وقت نے پھر کروٹ بدلی تھی۔

آج جب دبیر آفس آیا تو بہت ہڑ بڑی مچی ہوئی تھی۔

سارم دبیر کے پاس آیا" جلدی چل انکل تجھے بلا رہے ہیں"

"ہوا کیا ہے" ۔دبیر نے سارم کو سنجیدہ دیکھ کر پوچھا۔

"چل تو صحیح انکل خود ہی بتا دیں گے" یہ کہہ کر سارم اگے اگے چلنے لگا۔

دبیر مرتضی کے آفس میں داخل ہوا

"آپ نے مجھے بلایا سر ۔"

"منان کا پتہ چل گیا دبیر"۔ مرتضی نے سنجیدگی سے کہا

"کب پتہ چلا،کہاں ہے وہ، مجھے کسی نے کیوں نہیں بتایا"۔ دبیر غصے سے لال ہو رہا تھا۔

ہمیں خود کچھ دیر پہلے پتہ چلا دبیر, فلحال تو تم میرے ساتھ چلو باقی باتیں میٹنگ روم میں ہوں گی-----

میٹنگ روم میں مرتضی، دبیر، حماد، تانیہ اور سارم موجود ,مرتضی نے بتانا شروع کیا۔

"اس وقت منان ایک چھوٹے سے ہوٹل میں موجود ہے سٹاف کے

ساتھ وہاں 52 لوگ ہیں, کہنے کو تو منان اکیلا ہے مگر ارد گرد کے

ہوٹلوں میں اس کی پوری گینگ موجود ہے۔"

"پلان کیا ہے ڈیڈ "دبیر نے سنجیدگی سے پوچھا

"ہم ہوٹل پر حملہ نہیں کر سکتے ہماری ایک چھوٹی سی غلطی سے

بہت سے معصوم اور بےگناہ لوگوں کی جان جا سکتی ہے. ہمیں اس

کے باہر آنے کا انتظار کرنا ہو گا۔"

"اس کا انتظار کرنا کوئی پلان نہیں ہے ڈیڈ"-----

"تو تمہارے پاس کوئی پلان ہے". حماد نے پوچھا۔

"ہے تو صحیح مگر آپ کو پسند نہیں آئے گا" .

"کیوں" ۔حماد نے پوچھا .

"کیونکہ مجھے لگتا ہے منان کو پکڑنے کے لیے اگر کچھ لوگوں کی

قربانی بھی دینی پڑے تو دے دینی چاہیے" .

"تم نے کیا کہا دبیر". مرتضی کو لگا کہ کسی نے اس کے پیروں کے

نیچے سے زمین کھینچ لی ہو ۔

"جو آپ نے سنا "۔دبیر اسی دو ٹوک لہجے میں بولا

"تم جذباتی ہو کر فیصلہ لے رہے ہو دبیر". مرتضی کے لہجے میں

سختی تھی ۔

"جذباتی ہو کر فیصلہ لینے میں مجھے کچھ غلط نہیں لگتا". دبیر کا

لہجہ سرد تھا۔

"تم کرنے کیا والے ہو دبیر۔۔"

"آپ کو بہت جلد پتہ چل جائے گا"۔دبیر کہہ کرمیٹنگ روم سے باہر

نکل گیا"۔

سب ایک دوسرے کی حیرانی سے دیکھ رہے ہیں۔ جیسے ان میں سے

کوئی بھی دبیر کو جانتےہی نہ ہو۔

"سارم آفس میں داخل ہوا دبیر فائل ہاتھ میں لیےکرسی کےپاس کھڑا

تھا"۔

"تجھے کیا لگتا ہے، تو کچھ بھی کرے گا اور مجھے پتہ نہیں چلے گا، تم بابر سے کیوں ملے تھے دبیر"۔سارم کی آواز میں عجیب سی بےچینی تھی۔

دبیر نے فائل بند کر کے سارم کی طرف دیکھا " میں تمہیں بتانا ضروری نہیں تھا سمجھتا"۔

"نہیں بتاؤ گے تو میں جا کر سر کو بتا دوں گا تم بابر سے ملے تھے،انہیں یہ جان کر کتنی خوشی ہوگی کہ ان کا بیٹا مجرموں سے ملاقاتیں کرتا پھر رہا ہے"۔ سارم دھمکانے والے انداذ میں بولا۔

"میں نے 12 سال صبر کیا ہے سارم میں مزید صبر نہیں کروں گا اگر تم میری جگہ ہوتے تو تم بھی یہی کرتے، مجھے تمہاری رائے کی کوئی ضرورت نہیں تو دفع ہو جاؤ یہاں سے"۔

سارم دبیر کے پاس گیا اور کندھے پر ہاتھ رکھ کربولا۔"جو تم نے 12 سال کیا ہے وہ انتظار تھا صبر نہیں،انتظار تب کیا جاتا ہے جب منزل تو پتہ ہو مگر راستہ معلوم نہ ہو، اور جب منزل بھی پتہ ہو اور راستہ بھی معلوم ہو

مگر اللہ اس وقت تمہاری بہتری کیلئے وہ تمہیں عطا نہ کرے تو صبرکیا جاتا ہے"۔

"یہ جوتیرا ہمزاد تجھے بھڑکا رہا ہے اس سے پوچھ دبیر ،کیا اپنے بدلے کے چکر میں بے گناہ لوگوں کو مار کر تم سکون سے سو جایا کرو گے،جب تم اپنے رب کے روبرو جاؤ گے اور وہ پوچھے گا میں نے تمہیں قتل کے بدلے قتل کا حق دیا تھا ،میں نے کسی بے گناہ کو مارنے کا حق نہیں دیا تو جواب دے سکو گے،کیا تم قیامت میں اپنے گھر والوں کا سامنا کرسکوگے ،تمہیں پتہ ہےتمہاری اس حرکت سے کتنے اوردبیر پیدا ہوں گے جو ہنسنا بھول جائیں گے جنہیں مسکرانا یاد نہیں رہےگا،خود سے سوال کرو دبیر کیا تم ایسا کر سکتے ہو"۔ سارم نے کہہ کر اس کا کندھا تھپتھپایا اور وہاں سے چلا گیا ۔

آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ رہا تھا غلط اور صحیح کا فرق پتہ چل رہا تھا، کیا وہ یہ سب کر سکتا ہے کیا وہ کسی بے گناہ کو مار سکتا ہے

اسے خود سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی وہ جانتا تھا کہ اب وہ چاہے بھی تو ایسا نہیں کر سکتا ۔

اگلے دن جب دبیر آفس میں داخل ہوا تو حماد اور مرتضی اس کے آفس میں موجود تھے۔ وہ ان سے کچھ پوچھ پاتا اس سے پہلے ہی مرتضی کا ایک زوردار تھپڑ اسے اپنے گال پر محسوس ہوا،

"دبیر تم جیسا بیٹا ہونے سے اچھا تھا میرا کوئی بیٹا نہیں ہوتا، آج تم نے میرے ساتھ وہ کیا ہے جو 12 سال پہلے منان نے بھی نہیں کیا تھا تم نے مجھے میری نظروں میں گرا دیا دبیر آج کی اذیت 12 سال کی اذیت سے کم ہے"۔

"ڈیڈ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں میں نے کیا کیا ہے ڈیڈ ؟ ۔ دبیر اب بھی اپنے باپ کے غصے کی وجہ نہیں جان سکا تھا"۔

"ڈرامہ بند کرو جس جگہ منان رکا تھا وہاں بم دھماکہ ہوا ہے ،چھ بے گناہ لوگ مارے گئے آٹھ زخمی ہیں تم ایسا کیسے کر سکتے ہو ، دبیر میری تربیت اتنی ناقص تو نہیں تھی"------

"آپ کو لگتا ہے میں ایسا کر سکتا ہوں" دبیر حیرانی سے پوچھ رہا تھا

"بدلہ انسان سے کچھ بھی کروا سکتا ہے دبیرتم نے تو خود ہی کہا تھا نا تم بدلے کے لیے کسی بے گناہ کی جان بھی لے سکتے ہو "مرتضی بے حد خشک لہجے میں بولے۔

" ڈیڈ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا مجھ پر یقین کرے"۔اس بار دبیر کے لہجے میں التجا تھی۔

"تو پھر تم بابر سے کیوں ملنے گئے تھے دبیر" -------

"میں بابر سے ملا ، مگر میں نے ایسا کچھ نہیں کیا پلیز میری بات کا یقین کرے" ۔

"امید کرتا ہوں دبیر کہ تم نے ایسا کچھ نہ کیا ہو ،اگر ثابت ہو گیا کہ تم نے یہ کیا ہے تو بھول جانا کہ تمہارا باپ زندہ ہے، سوچنا کہ اس دن سب کے ساتھ وہ بھی مر گیا" ۔یہ کہہ کر مرتضی آفس سے باہر چلا گیا ۔

"دو دن بعد تمہارے خلاف انکوائری بیٹھے گی دبیر، جب تک یہ ثابت نہیں ہو جاتا تم نے دھماکا نہیں کیا یا کروایا۔ تمہیں کریمینل سیل میں رہنا ہوگا" ۔

حماد اپنے ساتھ دبیر کو کریمینل سیل تک لے کر گیا ہے۔" امید کرتا ہوں تم بے گناہ ہو دبیر" سیل کا دروازہ لاک کر دیا۔

سارم آفس میں داخل ہوا تو تانیہ اس کی طرف بھاگتے ہوئے آئی ،"انہوں نے دبیر بھائی کو کریمینل سیل میں بند کر دیا" ۔

"کیا... مگر کیوں"؟ سارم نے بے حد حیرانی سے پوچھا

"انہیں لگتا ہے وہ جو دھماکہ ہوا تھا اس میں دبیر بھائی کا ہاتھ تھا"......

"مگر دبیر ایسا نہیں کر سکتا" ،

"میں بھی تو انہیں تب سے یہی سمجھا رہی ہوں مگر یہ میری بات سن ہی نہیں رہے ۔آپ ان سے بات کریں نا "۔ تانیہ اب رونے لگی تھی ۔

"مگر انہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ اس نے یہ سب کیا ہوگا ،ثبوت ملے ہیں کیا دبیر کے خلاف؟ "......

"دبیر بھائی بابر سے ملے تھے نا اس لیے"۔

" یہ بات مرتضی کو کس نے بتائی یہ بات تمہارے، میرے اور دبیر کے

علاوہ کسی کو نہیں پتا تھی"؟

"مجھے ڈر تھا وہ کچھ غلط نہ کر بیٹھے میں نے صرف اس لیے انہیں

بتایا تھا"۔تانیہ شرمندگی سے بولی

"بیوقوف لڑکی تمہیں لگتا ہے دبیر کچھ غلط کر سکتا تھا ،میں ہی پاگل تھا

مجھے تمہیں بتانا ہی نہیں چاہیے"۔سارم غصے میں بولا

سارم کی بات پر تانیہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی

"اب رونا بند کرو بیوقوف لڑکی ، دبیر بے گناہ ہے اور ہم یہ ثابت کرکے

رہیں گے" ۔

سارم یاد آنے پر بولا" ایک اور بات ، دبیر کو نہیں پتہ کہ میں نے

تمہیں بابر اور دبیرکی ملاقات کا بتایا تھا ،تم بھی نہیں بتاؤ گی ،اگر

اسے پتہ چل گیا کہ یہ بات تم نے مرتضی کو بتائی تھی وہ دوبارہ

تمہاری شکل نہیں دیکھے گا ۔ آئی بات سمجھ" سارم سخت لہجے میں

بولا ۔

تانیہ نے آنسوصاف کیےاور ہاں میں سر ہلایا

سارم آفس میں داخل ہوا تو تانیہ اس کی حالت دیکھ کر حیران ہو گئی آنکھ

اور ہونٹ کے پاس نیل کے نشان ،شرٹ کے بٹن ٹوٹے ہوئے تھے ایسے

لگ رہا تھا کسی نے بہت بری طرح پیٹا ہے

"تمہیں کیا ہوا"اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

"تمہارے بھائی نے پیار کی کیا ہے" سارم نے کہا

"آپ دبیر بھائی سے کریمنل سیل ملنے گئے تھے" ۔تانیہ نے بے چینی سے

پوچھا ۔

" تمہیں میری حالت دیکھ کے کیا لگتا ہے میں کسی پارٹی سے آیا ہوں "۔

سارم تنزیہ لہجے میں بولا

"مجھے لگتا تھا کہ وہ میرے خوبصورتی سے جلتا ہے آج یقین ہو گیا سارے منہ کا نقشہ بگاڑ دیا میرے" ۔سارم اپنے زخموں پر ٹیوب لگاتے ہوئے بولا۔

"کیوں مارا دبیر بھائی نے آپ کو"۔

"اسے لگتا ہے اگر میں مرتضی سر کو اس کی اور بابر کی ملاقات کا نہ بتاتا تو مرتضی اس کے بات پر یقین کرتا ،مختصرا بولوں تو جو کیا میں نے کیا"۔سارم مسکرا کر بولا

"دبیر اس وقت بہت اکیلا ہےاسےتمہاری ضرورت ہے تانیہ ،اس سے مل لو" سارم یہ کہ کر آفس سے باہر نکل گیا۔

تانیہ کریمینل سیل میں داخل ہوئی اس نے دبیر کو آنکھیں بند کیےدیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا۔

"آپ ٹھیک ہے دبیربھائی"۔ تانیہ نے پوچھا

"کیسا لگ رہا ہوں"۔دبیر نے مسکرا کر کہا ،تانیہ کو اس کی مسکراہٹ میں درد نظر آیا ۔

"تانیہ کیا تمہیں بھی میری بات پر یقین نہیں،کیا تمہیں بھی لگتا ہے میں اتنے بے گناہ لوگوں کو مار سکتا ہوں"۔ دبیر نے پوچھاتانیہ کو اپنے دل میں درد محسوس ہوا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے دبیر بھائی"

"مجھے لگتا ہے صرف تم ان سب میں ایسی ہو جو مجھے سمجھتی ہوں ،سارم نے مجھ پر یقین نہیں کیااور میری اور بابر کی ملاقات کا ڈیڈ کو بتا دیا ،اور ڈیڈ مجھے کریمینل سمجھ رہے ہیں، کم سے کم میں تمہیں تو کریمینل نہیں لگ رہا ہونگا"۔

دبیر کی آنکھوں میں نمی تھی ۔

"تانیہ کا دل کیا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے" ۔"اگرسارم کی جگہ مرتضی کو میں نے بتایا ہوتا تو آپ کیا کرتے ہے"۔تانیہ کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی

"کم سے کم میں تم سے ایسی امید نہیں رکھتا، اگر تم نے ایسا کیا ہوتا تو

اس دن کے بعد میں تمہاری شکل کبھی نہیں دیکھتا"۔

تانیہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر الفاظوں نے اس کا ساتھ چھوڑ

دیا تھا.........

حماد, تانیہ اور سارم ایجنسی کے قریبی کیفے میں ملنے والے تھے

۔تینوں دبیر کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے کچھ ثبوت لے کر آئے

تھے۔

تانیہ کیفے داخل ہوئے سامنے سارم بیٹھا دکھائی دیا ......

وہ سارم کے ساتھ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔" سر حماد نہیں آئے؟"

"آئے ہیں نا"۔ سارم نے بولا

"کہاں پر ہیں مجھے تو دکھائی نہیں دے رہے۔"تانیہ نے پورے

کیفے میں نظرے دوڑائی۔

"کیفے میں کہاں دیکھ رہی ہووہ یہاں ہے، میری جیب میں۔"

"کالے بھالو سیدھا بول دو سر نہیں ائے، اتنے تیور کیوں دکھا رہے ہو"۔ تانیہ غصے میں بولی۔

"تو تم میں اتنی عقل نہیں ہے، بے وقوف لڑکی کہ جب نظر نہیں آرہے تو نہیں آئے ہوں گے"۔ سارم اسے مزید تنگ کرتے ہوا بولا۔

"کیا بے وقوف ، بے وقوف لگایا ہوا ہے ایک بار دبیر بھائی کو باہر آنے دے پھر بتاؤں گی۔"

"ڈرتا نہیں ہوں تمہارے بھائی سے ،بھائی کو بتاؤں گی"۔ سارم نے اس کی نقل اتاری۔

حماد ان کے پاس آ کر بولا۔" کون سی جائیداد کے پیچھے لڑتے رہتے ہیں ہو تم دونوں؟"

"سر میں کہاں لڑتی ہوں یہی مجھ سے لڑتا رہتا ہے" تانیہ نے معصوم چہرہ بنا کرکہا۔

اس کے معصوم چہرے پر نہ جائیں سر، صرف چہرہ ہی معصوم ہے اندر سے پوری چڑیل ہے،بلکہ ڈائن ہے

"تم دونوں لڑنا بند کرو جس کام کے لیے آئے ہو وہ بتاؤ

تانیہ تم بتاؤ تمہیں کیا ثبوت ملے ہیں" حماد نے پوچھا۔

"سر میرے پاس دبیر بھائی کے فون ریکارڈ اور اس رات کی سی سی ٹی وی فٹج کی کاپی ہیں۔ نہ تو اس رات دبیر نے کسی کو کال کی نہ ہی وہ گھر سے باہر گیا"۔

اور سارم تمہارے پاس۔۔۔

" میرے پاس بابر کا کنفیشن ویڈیو ہے"۔

"تمہارے پاس سچ میں بابر کا کنفیشن ویڈیو ہے"۔ تانیہ نے حیرانی سے پوچھا۔

وہ ایک آسان شکار نہیں تھا ویل ڈن سارم۔حماد بولا

مگر اس نے تمہیں اتنی آسانی سے کنفیشن دے کیسے دیا؟حماد نے پوچھا۔

"آسانی سے تو نہیں دیا پہلے میں نے اسے ڈیل کے بہانے سے بلایا پھراس کے ساتھیوں کو نشے والا جوس پلایا.پھر ہم میں فائٹ ہوئی,چہرے پہ تو اس کا بھائی میک اپ پہلے ہی کر چکا ہے,اس نےمیرے جسم پر لاسے ڈال دی,پھر میں نے اسے مشکل سے باندھا,پھر میں نے ایک فلم کا سین اس پرآزمایا,میں نے اس کی ٹانگ پر کٹ کا نشان لگا کر بولاکہ اگر تم 15 منٹ میں ہسپتال نہ پہنچے تو مر جاؤگے,امید تو نہیں تھی مگر وہ میری بات مان گیااور اس نے بتا دیا کہ دبیر اس سے ملنے آیا تھامگر اس نے دبیر سے کسی بھی بم دھماکہ کا کنٹریکٹ نہیں لیا". سارم بات کو بڑا چڑھا کر بتا رہا تھا

"میں دعوے سے کہہ سکتی ان باتوں میں ستر پرسنٹ باتیں جھوٹ تھی"۔تانیہ بولی

" تم تو مجھ سے جلتی ہو"۔سارم نے اتراتے ہوئے بولا

"ویسے کچھ ثبوت میرے پاس بھی ہے" حماد بولا اور کچھ تصاویر ٹیبل پر رکھ دی،تصاویر میں ایک آدمی بم پلانٹ کرتا دکھائی دے رہا تھا۔

"یہ تو منان کا آدمی ہے"۔ تانیہ تصویر دیکھ کر بولی

"یہ بم منان نے خود پلانٹ کروایا تھا مافیا میں اس کے دشمنوں میں سے ایک دشمن اس ایریا میں رکا ہوا تھا اسے مارنے کے لیے ہی منان اس چھوٹے سے ہوٹل میں ٹھرا تھا اور بم دھماکے میں اس کا دشمن مارا بھی گیا۔

ہمارے پاس اتنے ثبوت ہیں کہ ہم دبیر کو بے گناہ ثابت کر سکتے ہیں"۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ حماد سر" ۔ان دونوں نے خوشی سے کہا۔

"اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے ،دبیر کا اور میرا ایک الگ رشتہ ہے اٹھ سال گزارے ہیں میں نے اس کے ساتھ، میرے لیے وہ میرے بیٹوں جیسا ہے"۔ حماد مسکرا کر بولا۔

انکوائری میں ثابت ہو گیا کہ دبیر بے گناہ ہے۔ مگر اب دبیر سب میں رہ کر بھی سب سے دور رہنے لگا تھا۔ایسے لگتا تھا سارم اس پر یقین نہیں کرتا اس لیے اس نے سارم سے دل کی بات کرنا چھوڑ دیا تھا۔مرتضی کے معافی مانگنے کے باوجود وہ مرتضی سے دور رہنے لگا تھا، تھپڑ کا نشان تو چلا گیامگر باتوں کی خلش دبیر کے دل میں ہمیشہ کیلئے رہ گئی تھی۔

حال۔

زندگی یوں ہی گزاری جا رہی ہے

جیسے کوئی جنگ ہاری جا رہی ہیں

جس جگہ پہلے زخموں کے نشان ہے

پھر وہیں پر چوٹ ماری جارہی ہے

دبیر اپنے ماضی میں گم نیند کی وادیوں میں جا چکا تھا۔اس کی نیند فون بیل کی آواز سے کھلی،اس نے سامنے لگی گھڑی پر وقت دیکھا توصبح کے اٹھ بج رہے تھے۔اس نے فون دیکھا تو مرتضی کی کال تھی۔

دبیر نے فون اٹھایا مگر کچھ بولا نہیں

"میں پاکستان ائیرپورٹ پر ہوں دبیر مجھے لینے آؤ"مرتضی نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا۔

دبیر گاڑی میں سارے راستےبے چین رہا۔ ائیرپورٹ کی پارکنگ میں دبیر نے مرتضی کو اپنی گاڑی کی طرف آتے دیکھا، اسے مرتضی کے چہرے پر سکون نظر آیا جس نے دبیر کو مزید بے چین کر دیا۔ مرتضی کے بیٹھتے ہی دبیر نے گاڑی چلانا شروع کی۔کافی دیر خاموشی کے بعد مرتضی نے خاموشی کو توڑا۔"باپ ہوں تمہارا کم سے کم اتنا پوچھ لو کیسا ہوں میں"؟

"آپ کی فکر کرنے کے لیےبہت سے لوگ ہے میرے پوچھنے یا نہ پوچھنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا ڈیڈ"

"فرق پڑتا ہے ،میرا ایک ہی بیٹا ہے جو اپنی بدگمانی کی وجہ سے مجھ سے دور ہو گیا ہے"......

"اس دوری کی وجہ کوئی بدگمانی نہیں ہے،آپ کی بے حسی ہے،میں آج تک سوچتا رہا آپ کی بے حسی کی کیا انتہا ہوگی کہ آپ نے مجھ سےمیرا باپ چھین لیا،جس وقت مجھے میرے باپ کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔

مگر اب میرا نظریہ بدل گیا ہےاب مجھے لگتا ہے آپ خود غرض ہے اور آپ کی خود غرضی کی انتہا یہ ہے کہ آپ نے نہ صرف مجھے باپ کی محبت سے دور رکھا، بلکہ بہت سے رشتے ہونے کے باوجود ان سے بھی محروم رکھا"۔

مرتضی دبیر کی بات پر مسکرایا۔" کتنی بے رحمی سے تم نے میری محبت کو خود غرضی بنا دیا،دبیر تم ہمیشہ مجھ سے شکایت کرتے ہو میں نے تمہیں نہیں سمجھا ،میں نے تمہیں تنہا چھوڑ دیا، کیا کبھی تم نے خود کو میری جگہ رکھ کر دیکھا،اس دن میں نے اپنے بھائی کوکھودیا ، بھابھی کو دو گولیاں لگی تھی میرے بھتیجا بھتیجی زخمی تھے، میرے بیٹے کی جان کو خطرہ تھا،تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے۔ کیا تم انہیں بچانے کے لیے کسی بھی حد تک نہیں جاتے، میں نے کچھ غلط نہیں کیا تھا میں نے بھابھی، نور اور حدید کو چھپایا مجھے لگا جب منان پکڑا جائے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا کتنے سال میں نے اپنے بیٹے کے بغیر گزارے،بھابھی کی موت کے بعد بھی اپنے بھتیجے بھتیجی کوخود سے دور رکھا،اگر تمہیں میری محبت خود غرضی لگتی ہے تو میں خودغرض ہوں دبیر۔میری اتنی کوششوں کے بعد بھی منان کو پتہ چل گیا حدید اور انوشے زندہ ہے،میں تمہیں سب کچھ بتانا چاہتا تھا لیکن ہمارے بیچ ایک دیوار آگئی بدگمانی کی

دیوار،میں چاہتے ہوئے بھی بتا نہیں سکا دبیر"۔مرتضی کو لگا اس بار

شاید دبیر اسے سمجھ جائے۔

بتانہیں سکے یا بتانا نہیں چاہتے------

"میں نہ بتانا چاہتا دبیر تو تمہیں نور کی حفاظت کرنے کا نا کہتا

،مجھے پتہ تھا تم اس بات کا ضرور پتہ لگاؤ گے،کہ وہ کون ہے

تمہیں کیا لگتا ہے جب رات کو تم اس کے گھر گئےمجھے کچھ پتہ

نہیں تھا دبیر میرے لوگ ان کے ساتھ سائے کی طرح رہتے ہیں،میں

ان سے دور ضرور ہومگران سےغافل نہیں ہوں ۔ دبیر اب تم نور کے

ساتھ سائے کی طرح رہو گے مگر جب تک منان پکڑا نہیں جاتا نور

کو اس بارے میں کچھ پتہ نہیں چلنا چاہیے۔ تم کون ہو اور تمہارا اس

سے کیا رشتہ ہے۔

اتنے میں ان کی گاڑی گھر کے سامنے رک گئی۔

"ایک دفعہ مجھ پر یقین کرو دبیر،اس بار تمہیں کچھ کھونا نہیں

پڑے گا"۔ مرتضی گاڑی سے اتر کر گھر کی طرف بڑھ گیا۔

دبیر نے گاڑی آفس کی طرف بڑھا دی۔دبیر آفس میں داخل ہوا تانیہ اور

سارم پھر کسی بات پر لڑ رہے تھے۔

سارم دبیر کو دیکھ کر بولا"تم آگئے"

"نہیں راستہ میں ہو"۔دبیر بولتا اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تصاویر سے کچھ پتہ چلا"۔ تانیہ نے بے صبری سے پوچھا

"پتہ تو بہت کچھ چلا ہے"۔ دبیر نے ساری بات بتا دی۔

"یعنی انوشے ہی نور ہے"۔ تانیہ بولی ۔

"نہیں دبیر کا مطلب ہے نورہی انوشے ہے"۔ سارم نے کہا۔

"فرق کیا ہے دونوں باتوں میں"۔ تانیہ نہ سمجھی سے بولی

"فرق ہے مگر تم نہیں سمجھو گی کم عقل لڑکی، تم اسے چھوڑو دبیر

بتاؤ پلان کیا ہے"۔

دبیر نے انہیں پلان بتایا

پلان تو اچھا ہے مگرشروع کب سے کرنا ہے۔سارم بے چینی سے

پوچھا

جلد ہی۔

انوشے صبح افس کے لیے تیار ہو رہی تھی جب ریہا کی کال آئی۔

"آپ جلدی آجائیں یہاں بہت پرابلم ہو گئی ہے"۔ریہا پریشانی سے بولی۔

"ریلیکس ریہا ایسا بھی کیا ہو گیا ہے؟"۔انوشے کو ریہا پریشان لگی۔

"تمام کمپنیز جن کے ساتھ ہمارے پروجیکٹ چل رہے تھے وہ ڈیل ختم کرنا چاہتے ہیں"۔۔۔

"میں آدھے گھنٹے میں پہنچ رہی ہوں"۔ انوشے نے مطمئن لہجے میں کہہ کر فون رکھ دیا۔

انوشے شیشے کے سامنے کھڑی اپنا حجاب ٹھیک کر رہی تھی،اس شیشہ میں اپنی ماں کی جھلک نظر آئی ،"جب تمام راستے بند ہو جاتے ہیں اور لگتا ہے کہ سایہ

بھی ساتھ چھوڑ دے گا تو سمجھ جانا تمہارا اللہ تمہیں بہترین سے نوازنے والا ہے"۔

انوشے مسکرائی۔" اب تو واقعی ہی لگتا ہے سائے نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب میں بس بہترین کے انتظار میں ہوں"

"انوشے اپنا بیگ لے کر لاؤنج میں آئی،اس نے نظر لاؤنج میں دوڑائی جب حدید نظر نہ آیا تو وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی،اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو سامنے حدید کو سویا دیکھا۔انوشے حیران ہوئی حدید کبھی اس وقت تک نہیں سوتا تھا،انوشے کچھ پریشان ہو گئی،انوشے نے حدید کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا بخار نہیں تھا۔انوشے یہ سوچ کر وہاں سے چلی گئی کہ شاید رات کو لیٹ سویا ہوگا"۔

انوشے دفتر میں کچھ فائلز دیکھ رہی تھی، جبکہ پاس کھڑی ریہا

انوشے کے چہرے پر پریشانی ڈھونڈھ رہی تھی۔

انوشے نے ریہا کی نظریں خود پر محسوس کی تو پوچھا۔"کیا دیکھ

رہی ہو ریہا"۔

"میم آج اتنا کچھ ہو گیا مگر آپ اتنی مطمئن لگ رہی ہو"...

"میں انتظار میں ہوں ریہا"۔۔۔۔۔

"کس چیز کے انتظار میں میم"۔۔۔۔

"معجزے کے"۔انوشے کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

دبیر کی گاڑی انوشے کی بلڈنگ کے سامنے رکی ۔گاڑی میں تینوں

دبیر تانیہ اور سارم بیٹھے ہوئے تھے ۔

"تم دونوں کو پلان یاد ہے نا"۔ دبیر نے کہا ۔

"یہ بات تو ہم سے چھ بار پوچھ چکا ہے"۔سارم بولا

تینوں گاڑی سے نکلے فلیٹ کی طرف بڑے، تینوں لفٹ میں کھڑے

تھے، دبیر نے خود کوشیشہ میں دیکھا آج اس نے کالی پینٹ کے

ساتھ بلیو شرٹ پہنی ہوئی تھی وائٹ شوز اور سیدھے ہاتھ میں برانڈڈ

گھڑی،وہ کبھی اپنے بال سیٹ کرتا تو کبھی اپنی داڑھی سیٹ کرتا۔

"تو اتنا کنفیوز ہو رہا ہے جیسے تیرا رشتہ دیکھنے جا رہے ہیں"

۔اس کی حالت دیکھ کر سارم بولا

"شٹ اپ"۔دبیر نے یہ کہہ کر خود کوشیشہ میں دیکھنا شروع کردیا۔

اب تینوں انوشے کے فلیٹ کے سامنے کھڑے تھے، سارم نے بیل

بجانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اتنے میں حدید نے دروازہ کھول

دیا ۔اسے دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ کہیں باہر جا رہا ہے۔

"سارم بھائی دبیر بھائی آپ دونوں یہاں"۔حدید حیران تھا

"پاس میں ہی ہماری گاڑی خراب ہو گئی توہمیں تمہارا ڈریس پتہ تھا

تو ہم یہاں آگئے" سارم نے کہا

"آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں اندرآئے"۔حدید نے انہیں لاؤنج میں صوفوں پر بٹھایا۔

باتوں کی آواز سن کر انوشے کمرے سے آئی،سامنے بیٹھے تینوں لوگوں کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

اتنےمیں حدید بولا" یہ دبیر اور سارم بھائی ہیں جواس رات آپ کو ہسپتال لے کر آئے تھے،ان کی گاڑی خراب ہو گئی تھی تو یہ یہاں آگئے"۔

انوشے نے انہیں سلام کیا اور پاس پڑے صوفے پر بیٹھ گئی ۔"میں آپ سے ملنا چاہتی تھی پھر ملاقات ہی نہیں ہو سکی، اس رات کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا"۔

انوشے سارم سے بات کر رہی تھی مگر دبیر کی نظر انوشے پر جمی ہوئی تھی انوشے نے سکن اور وائٹ کلر کی پرنٹڈ لونگ قمیض کے ساتھ سکن کلر کی پینٹس پہن رکھی تھی۔وائٹ کلر کے حجاب اوڑے وہ بالکل اسے اپنی چچی جیسی لگ رہی تھی۔

"اس میں شکریہ والی کیا بات ہے انسان ہی انسان کی مدد کرتا ہے".

سارم بولا

"برے وقت میں تو اپنے بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں آپ نے تو پھر غیر ہو کر میری مدد کی". انوشے نے سارم سے کہا مگر اشارہ حدید کی طرف تھا۔

"حدید بات سمجھ گیا ۔ایکچولی مجھے ایک ضروری کام ہے میں کچھ دیر میں آتا ہوں "۔حدید یہ کہہ کر گھر سے باہر چلا گیا۔

"آپ لوگوں کے لیے کافی بنا کر لاتی ہوں"۔انوشے یہ کہہ کر کچن کی طرف بڑھی ۔

"میں چائے پیوں گا"۔ دبیر نے کہا

"ہاں کیوں نہیں میں آپ کے لیے چائے لے کر آتی ہوں" ۔انوشے کچن میں چلی گئی۔

"تجھے چائے پینے کا کب شوق پیدا ہوا ؟۔ سارم نے پوچھا۔"

بکواس بند کر، چائے پینے کا دل کر رہا تھا تو کہ دیا"۔دبیر بولا

"تمہارے بھائی کا دماغ خراب ہو گیا ہے پہلےتو کبھی اس کو میں نے

چائے پیتےنہیں دیکھا"۔ سارم نے دھیرے سے تانیہ کو بولا

"تم اپنی زبان بند ہی رکھو"۔تانیہ نے سارم کو جواب دیا

"پتہ نہیں دونوں بہن بھائی کا مسئلہ کیا ہے جب دیکھو بےعزتی

کرتے رہتے ہیں" سارم منہ میں بڑبڑایا۔

انوشے دونوں کے لیے کافی اپنےاور دبیر کے چائے لے کر آئی ۔

"ویسے اس دن آپ پر حملہ کس نے کیا تھا"۔سارم نے پوچھا

وہ میری گاڑی وہاں خراب ہو گئی تھی،وہ ڈاکو تھے۔ انوشے نے

جھوٹ بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

کتنی معصوم ہے صیحح سے جھوٹ بولنا تک نہیں آتا۔ دبیر نے دل

میں سوچا ۔ دبیر کو سارم کا انوشے سے بات کرنا اچھا نہیں لگ رہا

تھا۔

"ویسے آپ نے بغیر کسی پولیس کیس کے مجھے ایڈمٹ کیسے

کروایا". انوشے نے پوچھا

"وہ ہمیں پتہ ہی نہیں تھا ایکچولی وہاں پرہوا کیا تھا،تو ہم پولیس

کیس کیا کرواتے، اس لیے میں نے اپنے ایک ڈاکٹر دوست کی ہیلپ

سے آپ کواسپتال میں ایڈمٹ کروایا"۔سارم بولا

" یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟". انوشے نے ساتھ بیٹھی لڑکی کا پوچھا۔

"یہ تانیہ ہے،میری کزن اور سارم کی منگیتر" دبیر نے کہا۔

دبیر کی بات سن کر سارم اور تانیہ دونوں ہی حیران ہو گئے۔

"ماشاءاللہ کافی پیاری جوڑی ہے آپ دونوں کی"۔انوشے نے خوش

دلی سے کہا۔

"انوشے حدید نے بتایا تھا آپ بزنس کرتی ہیں آپ اپنے بزنس کے

بارے میں بتائیے "۔دبیر نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔

انوشے نے اپنے بزنس کے بارے میں انہیں بتانا شروع کیا .

"انٹرسٹنگ ،ہماری کمپنی کے ساتھ ڈیل کرنے کے بارے میں کیا خیال

ہے"۔سارم نے کہا

"آپ دنوں نے پہلے ہی مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے"۔ انوشے بات

مکمل کرتی اس سے پہلے ہی دبیر بول پڑا۔

"ہم احسان کے لیے ڈیل نہیں کرتے منافعے کے لیے کرتے ہیں اور

مجھے لگتا ہے اگر آپ ہماری کمپنی کے ساتھ جڑیں گی تو ہم دونوں

کو ہی فائدہ ہوگا۔ اس بارے میں سوچیے گا ضرور مس انوشے.....

"یہ میرا کارڈ ہے آنے سے پہلے میرے سیکرٹری کو کال کر دیجئے

گا۔مجھے امید ہےآپ آئیں گی" دبیر نے یہ کہہ کر کارڈ انوشےکی

طرف بڑھایا

"ہماری دوسری گاڑی آگئی ہے اب ہمیں جانا چاہیے"۔ سارم نے کہا

اور تینوں کھڑے ہو گئے-----

"کھانا کھا کر جائے گا"۔انوشے نے کہا

"اگلی بار ضرور کھانا کھائیں گے اور مجھے امید ہے تب ہم بزنس

پارٹنر بھی ہوں گے"۔ دبیر نے کہا

وہ تینوں لفٹ میں آئیں ۔"مجھے نہیں لگتا وہ آئے گی"۔ سارم نے کہا۔

"جو حالت اس وقت غزنوی نے اس کی کر دی ہے ، ہماری ڈیل اس

کے لیے کسی معجزے سے کم نہیں ہے وہ آئے گی"۔ دبیر نے کہا ۔

گاڑی میں کچھ دیرخاموشی کے بعد تانیہ کو یاد آیا۔"آپ نے مجھے اس

کالے بھالو کی منگیترکیوں کہا؟"۔

"مجھے بھی تم جیسی جنگلی بلی کا منگیتر بننے کوئی شوق نہیں

ہے،اور تو بتا مجھے اس جنگلی بلی کا منگیتربنانا پلان کا حصہ کب

بنا" ۔سارم نے دبیر سے پوچھا

"وہ اچانک منہ سے نکل گیا "

"تیرے منہ سے اچانک یہی نکلنا تھا"سارم دبیر کو کوس رہا تھا۔

""""""""""""""""""""

آج صبح جب انوشےآفس کیلئےتیار ہو رہی تھا تو بہت خوش تھی۔

اتنے دن بعد اسے امید کی ایک کرن نظر آئی تھی۔انوشے نے آفس جا

کر ریہا کو دبیر کے سکٹڑی کو کال کر کے میٹنگ کا ٹائم فکس کرنے

کو کہا۔

تانیہ اور سارم آفس میں تھے دبیر آفس میں داخل ہوا۔

"انوشے کے سیکڈری کی کال آئی تھی میٹنگ کا ٹائم فکس کرنے

کے لیے"۔دبیر خوشی سے دونوں کو بتا رہا تھا۔

"تو پھر کب کا ٹائم فکس کیا "سارم نے پوچھا

دبیر نے اپنی گھڑی دیکھی "ایک بجے کا بس کچھ دیر میں آتی

ہوگی"

"سارم تمہیں سر حماد نے اجنسی بلایا تھا ،مگر انہیں کال نہ کرنا

"۔دبیر نے سارم سے کہا۔

"فون کیوں نہ کرو" سارم نے حیرانی سے پوچھا

"مجھے کیا پتا حماد نے کہا تھا تو میں نے تجھے بتا دیا"۔دبیر کچھ

فالز دیکھنے لگا۔

سارم کے جانے کے بعد تانیہ کچھ دیر دبیر کو دیکھتے رہی

"آپ انوشے کے لیے کچھ زیادہ ہی احساس نہیں ہو رہے؟ "تانیہ نے

پوچھا

"کیا مطلب" ......

"سرحماد کل رات ہی حیدرآباد چلے گئے تھے ان کی کوئی میٹنگ

تھی ۔انہوں نے سارم کو ایجینسی کیسے بلا لیا"۔

"وہ..... میں" دبیر ہڑ بڑا گیا۔

"اٹس اوکے، میں آپ کی بہن ہوں آپ کو جج نہیں کروں گی"۔ تانیہ اٹھ

کے آفس سے باہر جانے لگی پھر مڑ کر بولی "ویسے بھابھی پیاری

تو ہے"

دبیر نے تانیہ کی بات سن کر اپنی نظریں چرا لی۔

انوشے میٹنگ روم میں داخل ہوئی۔دبیر اسے دیکھا آج وہ گرے اور

وائٹ کلر فراک ، گرے چوڑی پجامے کے ساتھ وائٹ کلر کا حجاب زیب

تن کیا ہوا تھا۔کیا کوئی ایسے کپڑوں میں میٹنگ کے لیے آتا ہے ہاں

اس کی نور آ سکتی ہے۔دبیر نے دل میں سوچا۔

انوشے کے آنے کے کچھ دیر بعد میٹنگ شروع ہوئی انوشے نے اپنا

پروجیکٹ کے بارے میں بتایا۔

"آپ کافی قابل ہےانوشے ،مجھے لگتا ہے اگر یہ ڈیل ہو گئی تو ہم دنوں کو

ہی بہت فائدہ ہوگا"۔

"ڈیل"۔دبیر نے یہ کہہ کر ہاتھ انوشے کی طرف بڑھایا

"ڈیل"۔ انوشے نے یہ کہہ کر دبیر سےسے ہاتھ ملا لیا

"ڈیل فائنل ہونے کے ساتھ ہی انوشے کو پہلا چیک مل چکا ہےاور اس

سے پتہ تھا اس چیک کا کیا کرنا ہے"--------

دبیر آفس کا کچھ کام کر رہا تھا جب دبیر کو غزنوی کی کال آئی ۔

سلام کے بعد دبیر نے پوچھا"کیسے یاد کیا مسٹرغزنوی "

"ایک بزنس مین دوسرے بزنس مین کو صرف ڈیل کے لیے کال کرتا ہے

مسٹر دبیر". غزنوی کی آواز میں غرور تھا

"کیسی ڈیل" دبیر نے پوچھا۔

" انوشے کی ڈیل آپ کو صرف لاکھوں کا منافہ دے گی اور اگر آپ اس

سے ڈیل توڑ کر میرے ساتھ ڈیل کریں تو میں تمہیں کروڑوں کا فائدہ دوں

گا مسٹر دبیر"

"اپنے کروڑوں اپنے پاس ہی رکھیں مسٹر غزنوی، میں لاکھوں میں ہی

خوش ہوں".

"جو میری بات نہیں سنتے دبیر ، میں اسے کسی اور کی بات سننے کے

بھی قابل نہیں چھوڑتا".

"مسٹر غزنوی میں دبیر مرتضی یہ ڈیل کر چکا ہوں اور اس ڈیل کو

نبھاؤں گا اور ہاں میں آپ کی طرح ڈھکے چھپے لفظوں میں دھمکی نہیں

دیتا جو کرنا ہوتا ہے کر کے دکھاتا ہوں

کیا کہا تھا آپ نے آپ کی بات نہیں سنی تو کسی کی بات سننے کے قابل

نہیں چھوڑیں گے ،اب میری بات سنے اگر آپ نے انوشے کی طرح آنکھ

اٹھا کر بھی دیکھا تو میں آپ کا وہ حل کروں گا کہ آپ خود کی آواز سننے

کے لائق نہیں رہے گے،تو پلیز انوشے حسن علی سے دوری بنا کر رکھیں۔

دبیر نے یہ کہہ کر کال کاٹ دی۔"

سارم آفس میں داخل ہوا دبیر آفس میں نہیں تھا اس نے سامنے کرسی پر

بیٹھی تانیہ سے پوچھا" تمہارا وہ جھوٹا بھائی کدھر

ہے "۔

"مجھے نہیں پتا"۔تانیہ نے کندھے اچکائے۔

"کتنا جھوٹا ہے تمہارا بھائی سر حماد تو کل ہی میٹنگ کے لیے حیدرآباد چلے گئے تھے ".سارم تانیہ سے لڑنے لگا.

"ہاں توتمہیں شوق ہے کباب میں ہڈی بننے کا ".تانیہ بولی

سارم کچھ اور کہتا ہے اس سے پہلے ہی دبیر آفس میں داخل ہوا .

"جھوٹے انسان تجھے پتہ بھی ہے ڈیڑھ گھنٹہ ڈرائیو کر کے میں ایجنسی پہنچا اور ایک گھنٹہ میں حماد سر کو ڈھونڈتا رہا ".سارم کمر پر ہاتھ رکھے لڑاکی عورتوں کی طرح لڑ رہا تھا.

"ہاں تو میں کیا کروں". دبیر ڈھٹائی سے بولا.

"کتنا بے شرم ہے تو شرمندہ ہونے کے بجائے تیور دیکھا رہا ہے ".سارم کو اس کی حرکت پر مزید غصہ آیا.

"ہو گیا تیرا ڈرامہ ,اب جا یہاں سے مجھے بہت ضروری کام ہے" .یہ کہہ کر دبیر آفس سے باہر نکل گیا .

"میں نے کہا تھا نا اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے مجھے آفس سے باہر جانے کا کہہ کر خود چلا گیا ".سارم تانیہ سے بولا

تانیہ سارم کی بات پر مسکرائی" ویسے بات تو تمہاری ٹھیک ہے ".

انوشے رات کو بے صبری سے حدید کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ رات کے ساڑھے بارہ ہو رہے تھے اور حدید ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔

انوشے بالکونی میں کھڑی تھی،اس کی بلڈنگ کے سامنے ایک گاڑی رکی ،حدید گاڑی سے اترا ،گاڑی میں تین اور لڑکے تھے جو ڈریسنگ سے ہی امیر باپ کی بگڑی اولاد لگ رہے تھے ۔

حدید گھر میں داخل ہوا، انوشے کمرے سے نکل کر اس کی طرف بڑھی حدید سے سگریٹ کی بو آرہی تھی ۔

"تم نے سگریٹ پی ہیں"۔ انوشے نے ناک پر ہاتھ رکھ کر پوچھا ۔

"کتنی بار کہا ہے میں بڑا ہو گیا ہوں خود کو سنبھال سکتا ہوں ،مجھے میری زندگی جینے دیں"۔حدید چڑ کر بولا۔

"ہاں بالکل تم بڑے ہو گئے ۔انوشے نے یہ کہہ کر حدید کا ایک ہاتھ پکڑا

اوراس کے ہاتھ میں چابی رکھ کر چلی گئی" ---

حدید کچھ دیر چابی کو دیکھتا رہا یہ اس کی نئی بائیک کی چابی تھی۔

"حدید چابی لے کر بلڈنگ کی پارکنگ کی طرف آیا اور بائیک دیکھ حیران

ہوگا۔

وہ بہت مہنگی بائیک تھی ۔حدید بہت خوش تھا مگر کچھ دیر پہلے جو اس

نے انوشے سے کہا اس پر اسے افسوس ہو رہا تھا" .....

اگلے دن دوپہر کوانوشےآفس کے کام سے کہیں جا رہی تھی ۔جب انوشے

کا فون بجا انوشے نے نمبر دیکھا ۔وہ فون اٹھانا نہیں چاہتی تھی مگر جب

تک وہ فون نہیں اٹھاتی فون بجتارہتا

انوشے نے کال اٹھائی مگر خاموش رہی کچھ بولی نہیں ۔ دونوں طرف کچھ

دیر خاموشی رہی ۔

سامنے والے شخص نے خاموشی توڑی" لگتا ہے میری صحبت کا اثر ہو رہا ہے آپ پر مس انوشے".

"جو کہنا ہے جلدی کہو میرے پاس تمہارے فالتو باتیں سننے کا وقت نہیں ہے". انوشے بیزاری سے بولے

"میں نے تو تمہارے ساتھ ایک گیم کھیلنے کے لیےکال کیا تھا"۔دوسری طرف والے شخص نے کہا

"کیسی گیم". انوشے نےحیرانی سے پوچھا

" گیم یہ ہے کہ اس وقت تمہارا بھائی تمہاری گاڑی سے 20 منٹ تین سیکنڈ کی دوری پر ایک ریسٹورنٹ میں اپنے دوستوں کے ساتھ موجود ہے".

انوشے نے گاڑی روکی۔ "میرا بھائی اس وقت کالج میں ہیں".

"کسی کی بات کو درمیان میں نہیں کاٹتے مس انوشے۔تو میں کہا تھا؟،ہاں اس وقت تمہارا بھائی تمہاری گاڑی سے 20 منٹ تین سیکنڈ کی دوری پر ایک ریسٹورنٹ میں اپنے دوستوں کے ساتھ موجود ہےاور میرے آدمی اس

ریسٹورنٹ سے 25 منٹ کی دوری پر ہیں۔ تم پہلے پہنچ کر اسے بچا لوں

اور اگر نہ پہنچی تو"؟

"تو کیا"۔انوشے نے بے چینی سے پوچھا۔

"میرے آدمی تم سے جتنے منٹ پہلے پہنچے اتنی گولیاں اسے مارے

گے"۔

"تمہیں میرے بھائی کی جان ایک کھیل لگتی ہے"۔ انوشےغصہ میں

چلا رہی تھی۔

"ہاں مجھے تو ایسے ہی گیمز پسند ہیں اور مجھے جیتنا بھی بہت

پسند ہے تو مجھے امید ہے کہ آج بھی میں ہی جیتوں گا "۔اس آدمی

کی آواز سرد تھی

"تمہاری دشمنی میرے ساتھ ہے میرے بھائی کو اس سے دور

رکھو"

"کس نے کہا مس انوشے میری دشمنی آپ کے ساتھ ہے، ٹائم ویسٹ مت کرو اور اپنے بھائی کو جا کر بچاؤ" اس نے یہ کہہ کر کال کاٹ دی۔

انوشے نے سب سے پہلے گاڑی میں جی پی ایس کھولا اور اپنی گاڑی سے 20 منٹ کے فاصلے پر تمام ریسٹورنٹ دیکھیں.....

انوشے کی گاڑی سے 20 منٹ کی دوری پر صرف دو ریسٹورنٹ تھیں ۔دونوں ہی الگ الگ سمت میں تھے ۔

انوشے بہت ہڑبڑائی ہوئی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا ،اس نے خود کو ریلیکس کیا اور آنکھیں بند کر کے سوچنے لگے

ایک ریسٹورنٹ عام سا تھا جس کا نام مبارک ریسٹورنٹ تھا اور دوسرا مہنگاریسٹورنٹ جس کا نام رویل ریسٹورنٹ تھا ۔انوشے کو حدید کے دوستوں کا حلیہ یاد آیا۔

"یعنی وہ مہنگے والے ریسٹورنٹ میں ہوں گے"۔انوشے نے خود

سے کہا۔

اس نے اپنی گاڑی رویل ریسٹورنٹس کی طرف گھمائی

مرتضی جو آفس میں بیٹھا منان اور انوشے کی ساری باتیں سن رہا

تھا اس نے دبیر کو کال ملائی دبیر تم اس وقت کہاں ہوں؟

ڈیڈ میں ابھی ایجنسی سے نکلا ہوں۔ کیا ہواآپ پریشان لگ رہے ہیں؟

دبیر نے پوچھا

"ایجنسی سے30 منٹ کی دوری پر روئلز ریسٹورنٹ ہے حدید وہاں

اس وقت اپنے دوستوں کے ساتھ موجود ہے اس کی جان کو خطرہ

ہے میرے آدمیوں کو وہاں پہنچنے میں دیر ہو جائے گی تم جلد سے

جلد وہاں پہنچو دبیر"۔مرتضی نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا۔

دبیر نے اپنی گاڑی ریسٹورنٹ کی طرف بڑھائی۔

انوشے ریسٹورنٹ پہنچ کر پاگلوں کی طرح حدید کو ڈھونڈ رہی تھی

جب اسے حدید نظر نہ آیا تو وہ پارکنگ کی طرف بڑھی۔

انوشے نے سامنے حدید کو دیکھ کر سکھ کا سانس لیا۔

وہ حدید کے پاس گئی اور گھڑی دیکھی 25 منٹ پورے ہو چکے تھے

۔انوشے نے حدید کا ہاتھ پکڑا اور ایک گاڑی کے پیچھے چھپ گئی۔

حدید کو انوشے کی یہ حرکت سمجھ نہیں آئی۔" آپ کیا کر رہی ہیں ڈی

"حدید کچھ پوچھتا ہے اس سے پہلے انوشے نے حدید کے منہ پر

ہاتھ رکھ دیا۔

پارکنگ میں بہت سے لوگوں کی پیروں کی چھاپ سنائی دے رہی تھی

۔انوشے کو ان میں سے ایک آدمی نظر آیا جس کے ہاتھ میں پسٹل تھا

"۔حدید بھی یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا

"یہ کیا ہو رہا ہے ڈی"۔ حدید نے دھیرے سے پوچھا

" خاموش ہو جاؤ "۔

ان دونوں کو ان آدمیوں کی باتوں کی آواز سنائی دے رہی تھی وہ لڑکا کہاں ہے، سر بائیک تو یہی ہے پر لڑکا یہاں نہیں ہے".

اگر وہ لڑکا نہیں ملا تو آج تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا آدمی ان سب کو دھمکا رہا تھا مجھے وہ لڑکا چاہیے پوری پارکنگ چھان مارو". وہ سب لوگ حدید کو یہاں وہاں ڈھونڈ رہے تھے.

" اتنی چھوٹی سی جگہ پر چھپ کرتھک گئےہو گےتم دونوں پیچھے سے ایک آدمی کی آواز آئی". انوشے کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی.

اس آدمی نے ان دونوں کو اپنے سامنے کھڑا کیا.

"بتاؤ پہلے گولی کس کو مارو ، "مجھے لگتا ہے پہلے اس لڑکے کو

مارنی چاہیے۔"اس آدمی کے ساتھی نے کہا،وہ اس نے گن حدید کی طرف

سیدھی کی۔انوشے نے آنکھیں بندکر لی ایک زوردار آواز آئی ۔

انوشے کو لگا کسی نے اس کی روح کھینچ لی، وہ آنکھیں کھول کر کچھ

نہیں دیکھنا چاہتی تھی ، اب وہ زندگی بھر آنکھیں نہیں کھولنا چاہتی تھی۔

ڈی آنکھیں کھول لیں میں ٹھیک ہوں ۔ اسے حدید کی آواز سنائی دی

انوشے نے آنکھیں کھولی تو حدید صحیح سلامت کھڑا تھا۔ اور ارد گرد

پولیس کھڑی تھی۔ انوشے نے حدید کو گلے سے لگایا۔

"یہ چاروں ڈکیتی کر کے بھاگے تھے اور ان کے ایک ساتھی نے انہیں

دھوکا دیا اور سب لے کر بھاگ گیا۔یہ اسے ڈھونڈتے ہوئے اس پارکنگ

میں آ گئے تھے"۔ پولیس آفسر نے وضاحت کی

"حدید نے ان کی بات مان لی۔ مگر انوشے سچ جانتی تھی" ۔۔۔

"تم میرے ساتھ چلو گے حدید"۔ انوشے بہت سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

"پر ڈی میری بائیک یہاں ہے میں لے کر گھر آتا ہوں "حدید بولا

"میں نے جو کہا سنا نہیں تم نے چپ چاپ جا کر گاڑی میں بیٹھو".

انوشے سختی سے بولی۔

دونوں گھر کی طرف جا رہے تھے کچھ دیر خاموشی کے بعد انوشے

بولی۔" مجھے پتہ ہے تم مجھے اس قابل نہیں سمجھتے کہ کہیں آنے

جانے سے پہلے مجھے بتاؤ مگر میں تمہاری **Guardian** ہوں اور جب

تک تم 18 سال کے نہیں ہو جاتے تم میری ذمہ داری ہو ۔

"میں تمہیں دو راستے دے رہی ہوں ۔پہلا تم کہیں بھی جانے سے پہلے

مجھے بتا کر جاؤ یا دوسرا اپنی کالج کی فیس اور دوسرے اخراجات خود

پورے کرو۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے مسٹر حدید"

"ڈی آپ مجھ سے کیسے بات کر رہی ہیں "حدید حیران ہوا۔

"جس طرح تم بات کرنے کے قابل ہو"۔ انوشے بولی۔

"دونوں راستوں میں سے کوئی راستہ چنو حدید"۔ انوشے نے اپنی بات

دوبارہ دہرائے۔

"میں اب کہیں بھی جانے سے پہلے آپ کو بتاؤں گا ڈی"۔ حدید یہ کہہ کر گاڑی کے شیشے سے باہر دیکھنے لگا باقی سارا راستہ خاموشی سے گزرا ۔

دبیر اپنے آفس پہنچا۔

حماد اور مرتضی دبیر کے آفس میں موجود تھے۔

"ویل ڈن دبیر آخر تم نے انہیں بچا لیا "۔حماد نے دبیر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا ۔

"پر مجھے لگا ڈیڈ کے لوگوں نے اسے بچایا" ۔دبیر کی بات سن کر دونوں ہی حیران ہو گئے ۔

"مگر میرے آدمی تو وہاں تک پہنچے ہی نہیں تھے جب انوشے اور حدید کی جان کسی نے بچائی اور مجھے لگا دبیر تم نے ان کی جان بچائی ہے"۔ مرتضی حیرانی کی عالم میں بول رہا تھا۔

"تو پھر ان کی جان بچائی کس نے؟"۔ حماد نے پوچھا ۔

وہ تینوں ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے ۔

"پتہ کرو دبیر کہ ان کی جان کس نے بچائی "۔مرتضی بولا

"اوکے سر" دبیر یہ کہہ کر آفس سے باہر چلا گیا۔

"""""""""""""""""""""""

یہ منظر ایک بیسمینٹ کا ہے جہاں ایک آدمی جو دبیر اور مرتضی کے آفس میں لگے کیمرے تو ہیک کر کے ان کی فٹج دیکھ رہا تھا اور ان کے آفس میں لگے خفیہ مائک سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

بھورے بال،ہلکی سی داڑھی نیلی آنکھیں اور شکل پر ایک کٹ کا نشان جو اسے دیکھنے میں ہی خوفزدہ بناتا ہے۔

"وہ خود بھی ان دونوں کی بات سن کر حیران ہوا اگر انہوں نے انوشے کی جان نہیں بچائی تو پھر کس نے بچائی "۔

"جیک.........جیک" وہ چلا رہا تھا۔

"جی سر" جیک نے جواب دیا۔

"تم نے کہا حدید اور انوشے کی جان دبیر کے لوگوں نے بچائی ۔ مگر یہ کہہ رہے ہیں انہوں نے اس کی جان نہیں بچائی "------

"مجھے 24 گھنٹے میں وہ آدمی چاہیے جو انوشے کی مدد کر رہا

ہے، ورنہ تمہاری لاش بھی کسی کو نہیں ملےگی"۔ اس کی آواز میں روب

تھا۔ جیک کو پتہ تھا وہ دھمکی نہیں دے رہا جتا رہا ہے۔

""""""""""

"ہمارے لوگ ہر وقت اس کے ساتھ ہوتے ہیں دبیر ہمیں نہیں پتہ آج کیا

ہوا" سارم بولا ۔

اگر ہمارے لوگ ہر وقت ان کے ساتھ ہوتے تو جو آج ہوا ہے وہ نہیں ہوتا۔

جس نے آج ان کی مدد کی ہمیں یہ بھی نہیں پتہ وہ انوشے کا دشمن ہے یا

دوست، کیا پتہ کوئی اسے اپنے فائدے کے لیے استعمال کر رہا ہے، کیا پتہ

یہ منان کی کوئی نئی چال ہے"۔ دبیر پریشانی سے دفتر میں ٹہل رہا تھا

"تواب ہمیں کیا کرنا چاہیے دبیربھائی "تانیہ نے پوچھا

"مجھے لگتا ہے اب وہ اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں ہے ہم میں سے

کسی ایک شخص کو ہر وقت وہاں موجود ہونا چاہیے سارم اور میں تو جا

نہیں سکتےتوتانیہ ہمیں کسی طرح تانیہ کو اس گھر میں پہنچانا ہوگا "دبیر بولا

"مگر یہ ہوگا کیسے". تانیہ نے پوچھا

"انوشے اچھے دل کی انسان ہیں اسے منانے میں زیادہ محنت نہیں لگی گی ،ویسے بھی ہمارا اس پراحسان ہے وہ ہماری مدد ضرور کریں گی".اس بار سارم بولا

"مگر ہم اسے کہیں گے کیا". دبیر نے پوچھا

"اتنا پریشان نہ ہو دبیر میرے پاس ایک پلان ہے" سارم نے انہیں پلان بتایا

اگلی صبح دبیر اور سارم انوشے کےدفتر پہنچے .

"آپ دونوں یہاں" انوشے انہیں اپنے دفتر میں دیکھ کر حیران ہوئی۔"ہمیں

آپ سے ایک ذاتی کام تھا اس لیے ہم نے سوچا ہم آپ سے ملنے کے لیے

آپ کے آفس آجاتے ہیں "۔سارم نے کہا

"جی بولیں کیا کام تھا"۔انوشے نے پوچھا

دبیر نے انوشے کو بتانا شروع کیا"آپ میری کزن تانیہ سے مل ہی چکی

ہیں ۔ وہ آپ کے گھر کے قریب ہی Education University باٹنی

میں BS تھڈ سمسٹر کر رہی ہے،

اصل میں بات یہ ہے کہ وہ جس گھر میں رہتی تھی اس گھر کے پیپرز میں

کچھ مسئلہ ہوا ہے جس کے لیے وہ کاغذات دوبارہ بنوانے ہوں گے ،اس

میں تقریبا 15 دن کا وقت لگے گا، 15 دن کے لیے تانیہ کو یہ گھر چھوڑ

کر کہیں اور رہنا ہوگا ۔میرا گھر اس کی یونیورسٹی سے ڈھائی گھنٹے دور

ہے اور اس کے پیپرز چل رہے ہیں ،جب تک اس کے پیپرز ہو رہے ہیں

کیا وہ آپ کے گھر میں رہ سکتی ہے ۔

"ہاں کیوں نہیں وہ جب تک چاہے میرے گھر رہ سکتی ہیں" انوشے نے

خوش دلی سے کہا ۔

"تھینک یو مس انوشے آپ نے میرا بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا "۔دبیر بولا ۔

"اس میں شکریہ والی کوئی بات نہیں آپ نے مجھ پر احسان کیا تھا میں

اسے ہی اتارنے کی کوشش کر رہی ہوں"۔ انوشے نے صاف گوئی کا

مظاہرہ کیا۔

دبیر اور سارم انوشے کی آفس کی بلڈنگ سے نکل کے گاڑی کی طرف آئے

"یار کچھ زیادہ جلدی ہی نہیں مان گئی تیری کزن مجھے کچھ غلط لگ رہا

ہے" سارم نے کہا۔

پہلے تم کہتے ہووہ دل کی اچھی ہے مان جائے گی اب کہہ رہے ہو کوئی

گڑبڑ ہے پہلے خود فیصلہ کر لو پھر ہمیں بتا دینا وہ اچھی ہے یا بری"

دبیر اسے کہہ کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

منان اپنے بیسمنٹ میں کرسی پر بیٹھا کچھ پینٹ کر رہا تھا اتنے میں جیک اپنے دو آدمیوں کے ساتھ بیسمنٹ میں داخل ہوا۔

"کیا خبر ہے جیک "منان نے پوچھا

"سر مجھے صرف ایک دن کا ٹائم دیجیے میں آپ کو ساری انفارمیشن لا کر دوں گا۔"جیک نے کہا

24 گھنٹے کا مطلب کیا ہوتا ہے جیک"۔ منان نے یہ کہہ کر اپنی گن نکال اس کی طرف سیدھی کی -----

منان کی گن سے گولی نکلی اور جیک کے ساتھ کھڑے لڑکے کو لگی

 "میں آج خوش ہو اس لیے ایک دن اور دیا جیک اگر انفارمیشن نہیں ملی تو کل اس کی جگہ تم ہو گے" ۔منان ساتھ کھڑے لوگوں کو لاش اٹھانے اشارہ کر واپس پینٹنگ کرنےلگا۔

سب لوگوں کے جانے کے بعد منان نے اپنا فون نکالنا اور انوشے کو فون کیا ۔

انوشے نے فون اٹھایا،منان نے فون سپیکر پر لگا کر پاس ٹیبل پر رکھا ۔

"ہیلو مس انوشے کیسی ہیں آپ" ۔ منان نے پوچھا اور پینٹ کرنے لگا۔

"زندہ ہو"۔

"میں نے تو آپ کو مبارک باد دینے کے لیے کال کی تھی مگرآپ تو اپنی جیت سے خوش ہی نہیں لگ رہی ۔اس بار آپ جیت گیں ،مگر اگلی بار میں تمہیں جتنے نہیں دو نگا"۔

"آپ دوسروں کو دھمکانے کے اور چوٹ پہنچانے کے علاوہ کچھ کر سکتے ہیں"،انوشے نے پوچھا

"بہت کچھ کر سکتے ہیں جیسے اس وقت میں پینٹنگ کر رہا ہوں۔ اور پتہ ہے میری اور لوگوں کی پینٹنگ میں کیا فرق ہے"؟

"مجھے پتہ ہے تم نہیں پوچھوں گی تو میں خود ہی بتا دیتا ہوں

،لوگ کلروں سے پینٹنگ کرتے ہیں اور میں خون سے "بات کرتے

ہوئے کرتے ہوئے مسلسل نہ برش کینوس پہ چلا رہا تھا".

"مجھے پہلے لگتا تھا تم پاگل ہو اب یقین ہو گیا ہے "۔انوشےبولی

"زبان سنبھال کر بات کرو انوشے یہ نہ ہو تمہاری یہ بدتمیزی تمہارے

بھائی کے سامنے آجائے ". منان نے انوشے کو ورن کیا

"تمہاری فالتو باتیں ہو گئی ہوں تو میں فون رکھوں". انوشے نے پوچھا

"اتنی بے رخی کیوں مس انوشے". منان نے پوچھا

انوشے نے گہرا سانس لیا۔" کیا تم مجھے پلیز بتاؤ گے تم کون ہو میرے

اور میرے بھائی کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو".

"اتنی جلدی نہیں ، ہاں ایک اشارہ دے سکتا ہو ۔ تمہارا باپ کیا کام کرتا تھا

مس انوشے".

"وہ ایک ایجنسی میں آفسر تھے". انوشے کا جواب سن کر منان نے

حیرانی سے فون کو دیکھا.

"کیا ہواتمہیں کیا لگا تھا میں جھوٹ بولوں گی یا مجھے پتہ نہیں ہوگا

میرے پاپا ایک ایجنسی میں ایک بہادرآفسر تھے"........

"تمہارا باپ ایک بزدل تھا"۔منان غصے میں بولا۔

of (Mind your words My dad saved thousands

lives in his lifetime

Cowards are like you Those who stab secretly)

میرے پاپا نے اپنی زندگی میں ہزاروں لوگوں کی جان بچائی بزدل

لوگ تمہاری طرح ہوتے ہیں جو چھپ کر وار کرتے ہیں۔

Mind your words Ms. Anushay۔

تمہارا باپ ایک بزدل تھا مان لو۔تمہارے باپ نے بزدلی کا مظاہرہ

کرتے ہوئے میرے بھائی کو دوست بنا کر سے دھوکہ دیا تھا .....

"اسے دھوکا نہیں منصوبہ بندی کہتے ہیں مسٹر۔ بھلا بزدل وہ ہے جس نے ہزاروں لوگوں کی جان بچائی یا وہ جو چھپ کر ہزاروں لوگوں کی جان لیتا ہے"۔

" زبان سنبھال کر بات کرو ورنہ میں تمہاری وہ حالت کروں گا کہ تم موت کے لیے ترسوگی"۔

"مسٹر آپ جو بھی ہیں میرے باپ بہادری سے لڑا اور پھر اتنی ہی بہادری سے شہید ہوئےمیں بھی اپنے باپ کی طرح بہادری سے لڑوں گی اور ہاں آپ اپنے بھائی کی طرح بزدلی سے پیچھے سے وار کرنا ۔"

انوشے نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا۔

"اس نے کنوس نے اپنا برش روکا۔وہ انوشے کی پینٹنگ بنا رہا تھا ۔

منان نے پینٹنگ کو دیکھا " بہت جلد تم میرے پاؤں میں سر رکھ کر زندگی کی بھیک مانگو گی انوشے"

اس نے یہ کہہ کر پینٹنگ کو آگ لگا دی۔ تمہاری زندگی میں بھی ایسے ہی آگ لگنے والی ہیں"-----

----

انوشے گیسٹ روم کی صفائی کر رہی تھی جب حدید اس کے پاس آیا" کیا

کوئی آنے والا ہے".

"ہاں" انوشے نے بس اتنا ہی کہا۔

"میں اپنے دوستوں کے ساتھ جا رہا ہوں رات کے کھانے تک واپس آجاؤ

گا" حدید یہ کہہ کر گھر سے باہر چلا گیا ۔

اس دن کے بعد ان دونوں میں بہت کم بات ہوتی تھی بس حدید کہیں جانے

سے پہلے اسے بتاتا تھا۔

انوشے رات کا کھانا بنا رہی تھی اور حدید صوفے پر بیٹھا اپنے کالج کا کام

کر رہا تھا ۔

دروازے کی بیل بجیحدید دروازے پر دیکھنے جانے لگا تو انوشے نے

اسے روک دیا" میں خود دیکھ لوں گی تم اپنا کام کرو" انوشے نے دروازہ

کھولا تو سامنے تانیہ دبیر اور سارم کھڑے تھے۔ "تینوں نے سلام کیا

"حدید تانیہ کا بیگ گیسٹ روم میں رکھ کر آؤ" انوشے نے کہا۔

"آپ اندرآئے"۔انوشےنے کہا

"نہیں ہم تانیہ کو چھوڑنے آئے تھے۔ اب ہم چلتے ہیں"۔ دبیر نےکہا۔

"مگر میں نے آپ تینوں کے لیے کھانا بنایا تھا" انوشے نے کہا۔

"خوشبو تو بہت اچھی ہے میں تو کھانا کھا کر جاؤں گا" سارم یہ کہہ کر

اندر آگیا"۔

دبیر دروازے میں کھڑا سارم کو گھور رہا تھا۔۔۔۔

"آپ بھی اب اندر آ جائے" انوشے نے دبیر کو کہا۔

سب ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تھےانوشےسب کو بریانی سروُ کر رہی تھی۔

"ویسے آپ کا اور غزنوی کا کس بات پر تنازع چل رہا ہے۔" سارم نے

پوچھا

انوشے نے اسے حیرانی سے دیکھا "آپ کو کیسے پتا"

"وہ غزنوی کا فون آیا تھا ہمیں کہہ رہا تھا ڈیل واپس لے لوں" سارم بریانی کھاتا بولا۔

"تو پھر آپ نے کیا کہا ۔"انوشے نے پوچھا

"ہم نے کہا کہ ہم ڈیل واپس نہیں لے رہے تمہیں جو کرنا ہے کر لو"۔ سارم کی بجائے دبیر بولا ۔

"آپ نے بتایا نہیں، کیا تنازع چل رہا ہے آپ دونوں کا"۔ دبیر نے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں بس غزنوی کو اپنی مرضی چلانے کی عادت ہے اور میں کسی کی مرضی پر نہیں چل سکتی "۔انوشے نے کندھے اچکا کر کہا ۔

وہ سب کافی دیر تک باتیں کرتے رہے پھر دبیر اور سارم تانیہ کو وہاں چھوڑ کر اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گے۔

اگلی صبح تانیہ کمرے سے نکلی،انوشے سامنے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی نظر آئی۔

"میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی تانیہ"انوشے نے کہا۔

"میرا انتظار" تانیہ نے پوچھا۔

" میں نے سوچا ناشتہ ساتھ کر لیں گے"۔ ۔۔۔۔۔۔

"کیوں نہیں" ۔تانیہ یہ کہہ کر ڈائننگ ٹیبل پر انوشے کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

حدید کمرے سے نکلا "میں کالج جا رہا ہوں"۔ حدید یہ کہہ کر گھر سے باہر نکل گیا۔

"حدید آپ کے ساتھ ناشتہ نہیں کرتا"۔تانیہ نے پوچھا

"نہیں وہ کالج کی کنٹین میں ہی ناشتہ کر لیتا ہیں"۔

"چلو آج میں تمہیں یونیورسٹی میں چھوڑ دیتی ہوں"۔انوشے نے تانیہ سےکہا۔

"میں چلی جاؤں گی خام خواہ آپ کو زحمت ہوگی"۔ تانیہ نے کہا

"زحمت کس بات کی میرا افس بھی اسی طرف ہے ۔" ۔۔۔

انوشےتانیہ کو لے کر اس کی یونیورسٹی کی طرف روانہ ہوئی۔

"تم نے باٹنی کیوں رکھی تانیہ"۔ انوشے نےبات کا آغاز کیا

"مجھے پودے بہت پسند ہے اس لیے" تانیہ نے جواب دیا۔

آپ نے کون سا سبجیکٹ رکھا تھا۔

"آرٹس"

"آپ نے آرٹس کیوں رکھی تھی۔" تانیہ نےپوچھا۔

"مجھے لگتا تھا رنگ انسانوں کو بیان کرتے ہیں۔۔۔"

"آپ کا رنگوں کے بارے میں نظریہ الگ ہے۔"تانیہ بولی

"تم اسے میرا ذاتی نظریہ کہہ سکتی ہو"

"آپ کو رنگ اتنے پسند ہےتو آپ بزنس میں کیا کر رہی ہیں"

"جب میری ماما فوت ہوئی تھی تو کوئی اور راستہ ہی نہیں تھا میرے پاس، حدید اور خواب میں سے کسی ایک کو چننا تھا،تو میں نے حدید کے خوابوں کو پورا کرنے کو ہی اپنا خواب بنا لیا"

"مگر کبھی تو دل کرتا ہو گا کہ سب چھوڑوں اور ایک کینوس اور

برش لے کر پینٹنگ کرنے لگو"..

"مجھے پینٹنگ کرنا بہت پسند تھا مگر کل رات اس سے بھی کسی

نے نفرت کروا دی"،

"کیا مطلب"۔ تانیہ نے پوچھا

"مطلب یہ کہ تمہاری یونیورسٹی آگی ہے"۔انوشے مسکرا کر کہا۔

تانیہ نے باہر دیکھا تو گاڑی یونیورسٹی کے سامنے رکی ہوئی تھی۔۔۔

انوشے تانیہ کو چھوڑ کر اپنے آفس کی طرف بڑھ گئی۔

تانیہ نے انوشے کی گاڑی کو دور جاتے دیکھا اور یونیورسٹی کے

پاس کھڑی گاڑی میں بیٹھی اور آفس کی طرف روانہ گئی۔

تانیہ نے آفس میں داخل ہوتے ہی دبیر کے پاس آئی"میں فیصلہ کر

چکی ہوں"۔

"کس بات کا فیصلہ"۔ دبیر نے پوچھا

"نور کو اپنی بھابھی بنانے کا"۔تانیہ ڈرامائی انداز میں بولی

"پہلے تو سارے فیصلے تم ہی کرتی ہو اس کا باپ ہٹلر مانے گا شادی کے لیے"۔سارم بولا

"کیوں نہیں مانیں گے ڈیڈ"۔

" کیا کمی ہے نور میں؟"دبیر بولا

"کوئی کمی نہیں ہے میں نے تو بس اس لیے کہا تھا کہ پتہ تو چلے بھابھی صرف تانیہ بنانا چاہتی ہے یا بھائی بھی انہیں دلہن بنانا چاہتے ہیں"۔ سارم نے دبیر کی ٹانگ کھینچی۔

حماد مٹھائی کا ڈبہ لیے آفس میں داخل ہوا اور مٹھائی ان تینوں کی طرف بڑھائی۔

سارم نے مٹھائی کا پیس اٹھاتے ہوئے پوچھا۔" یہ کس خوشی میں"

"میرے نکاح کی خوشی میں"۔ حماد نے جواب دیا۔

"آپ نے نکاح کر لیا ہم لوگوں کے بغیر" تانیہ نے پوچھا۔

"کیوں تم نکاح خواہ ہو جو تمہارے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا"۔سارم بولا۔

"سب اتنی جلدی میں ہو گیا کہ بتانے کا وقت بھی نہیں ملا مگراس جمعہ کوتم سب کی دعوت ہے ". حماد نے کہا

"دبیر بھی آپ کو بہت جلد مٹھائی کھلانے والا ہے". سارم شرارتی انداز میں بولا

"کیا مطلب". حماد نے دبیر کی طرف دیکھا.

"آپ کو تو پتہ ہے اسے فالتو بولنے کی عادت اس کی بات پر دھیان مت دیا کریں".

"تو اس کام کے لیے گئے تھے آپ حیدرآباد". سارم انہیں تنگ کر رہا تھا. حماد اسے جواب دیتا ہے اس سے پہلے مرتضی آفس میں داخل ہوا. حماد نے مٹھائی کا ڈبہ مرتضی کے سامنے کیا سر یہ میرے نکاح حماد نے اتنا ہی کہا تھا مرتضی نے اس کی بات کاٹی.

تم چاروں مجھے میرے آفس میں آؤ. یہ کہہ کروہ اپنے آفس کی طرف بڑھ گئے.

چاروں ان کے پیچھے آفس میں آ گئے.

دبیر میں نے تمہیں کچھ پتہ لگانے کو کہا تھا۔

" سر میں نے بہت کوشش کی مگر کوئی ثبوت ہی نہیں ملا،وہ لوگ تو جیسے ہوائی مخلوق تھے،حدید اور انوشے کی مدد کی اور ہوا میں ہی غائب ہو گئے"۔ دبیر نے جواب دیا

"آپ کو کچھ پتہ چلا ہے سر" حماد نے پوچھا

مرتضی نے کچھ تصاویر ٹیبل پر پھینک دی اس میں ایک شخص آدھا منہ چھپائے نظر آ رہا تھا۔۔

" یہ کون ہے سر" سارم نے پوچھا۔

"حسن علی"۔ مرتضی نے جواب دیا

"کیا کہا آپ نے۔۔۔ حسن علی مطلب چاچو" دبیرنے حیرانی کے عالم میں پوچھا۔

"ہاں" ۔۔۔

"مگر آپ کو اتنا یقین کیسے ہے ڈیڈ"۔

"میں کوئی بھی بات ایسے ہی نہیں بول دیتا میرے پاس سی سی ٹی وی

فٹیج موجود ہے کہ اس دن رویل ریسٹورنٹ میں حسن علی بھی تھا ۔"

"مگر وہ تو بہت پہلے ہی مر چکے ہیں اور آپ اور میں خود ان کے

جنازہ میں شامل تھے"حماد نے کہا۔

"ہم ایجنسی والے، لوگوں کو دھوکہ دینے میں بہت اچھے ہوتے ہیں اور یہ

بات تم بھی جانتے ہو"۔

"اگر وہ زندہ ہے تو اتنے سال سے اپنی فیملی کے پاس کیوں نہیں

گئے"۔سارم نے پوچھا

"جس وجہ سے میں اتنے سال ان سے دور تھا، وہ ان کی جان بچانے کے

لیے اتنے سال ان سے دور رہا"۔۔

"مگر وہ سامنے کیوں نہیں آرہا"۔ حماد نے پوچھا۔

"مجھے لگتا ہے وہ منان کو مارنے کے بعد سامنے آنا چاہتا تھا"۔

"مگر وہ اکیلے منان کو کیسے ماریں گے"۔ تانیہ نے کہا۔

"حسن علی ہمیشہ سے اکیلے ہی کام کرتا ہے وہ اپنا بن کر جان لیتا ہے

،کیا پتہ اس وقت منان کا کوئی خاص آدمی ہو،جو منان کا آدمی ہو کر بھی

حسن علی کا آدمی ہو".

"مگر اب ہمیں کرنا کیا ہے" ۔حماد نے پوچھا

"فلحال ہم اپنے پلان کے ہی مطابق چلیں گے جب تک ہمیں حسن علی کا کوئی اشارہ نہیں مل جاتا اور مجھے لگتا ہے انوشے کو پتہ ہے کہ حسن علی زندہ ہے". مرتضی نے کہا .

"آپ کو یہ کیوں لگا ڈیڈ" دبیر نے پوچھا

ہمیشہ کی طرح کل بھی اسے منان کی کال آئی تھی مگر کل اس کے بات کرنے کا طریقہ الگ تھا وہ ڈر نہیں رہی تھی ،وہ اس سے اپنی اور حدید کی زندگی کی بھیک نہیں مانگ رہی تھی، بلکہ وہ اس سے لڑ رہی تھی انوشے نے منان کو بزدل تک کہا۔"

مرتضی بولا

"تانیہ جتنا زیادہ وقت تم انوشے کے ساتھ گزار سکتی ہو گزارو مجھے

تصدیق کر کےبتاؤ انوشے کو پتہ ہے حسن علی زندہ ہے یا نہیں" .

"اوکے سر"-تانیہ نے کہا

تم چاروں اب یہاں سے جا سکتے ہو۔

چاروں آفس سے باہر آ گئے.

....

"منان انوشے سے فون پر بات کرنے کے بعد نائجیریا ایک ڈرگ

ڈیلنگ کے لیے چلا گیا تھا .منان اس وقت ہوٹل کے ایک کمرے میں

بیٹھا ہوا مرتضی کی باتیں لیپ ٹاپ پرسن رہا تھا وہ ہمیشہ سے جانتا

تھا کہ جب وہ انوشے کو فون کرتا ہے تو مرتضی ان کی باتیں سنتا

ہے،منان یہ بھی جانتا تھا کہ جب بھی وہ انوشے پر حملہ کروائے گا

مرتضی اسے بچا لےگا وہ یہ کھیل اپنی روح کو تسکین دینے کیلئے

کھیل رہا تھا۔ وہ ان سب کو تڑپانا چاہتا تھا جیسے وہ اتنے سال تڑپا تھا"۔

"مگر آج حسن علی کی زندہ ہونے کی خبر نے اسے اندر تک ہلا کر رکھ دیا ،حسن علی کے زندہ ہونے کی خبر سن کر وہ غصے سے پاگل ہو گیا اور اپنا لیپ ٹاپ اٹھایا کر دیوار میں دے مارا،سامنے پڑے ٹیبل کی تمام چیزیں اٹھا کر نیچے پھنک دی۔۔۔

"میں تمہیں برباد کر دوں گا میں تمہارے سامنے تمہاری فیملی کی وہ حالت کروں گا کہ تم خود مجھ سے موت مانگو گے ،میں تمہیں ایک بار میں موت نہیں دوں گا زندہ رکھوں گا روز موت دوں گا۔تمہیں ہر پل ویسے ہی تڑپاؤں گاجیسے میں تڑپا"۔منان کمرے کے درمیان میں گھٹنوں کے بل بیٹھا چلا رہا تھا۔

"میرا اپنا کوئی شامل ہے اپنا مطلب جیک،جیک میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا میں نے بھائی کے بعداس پر بھروسہ کیا تھا"۔اچانک منان کو

لگا جیسے کمرے کی دیواریں تنگ ہو رہی ہیں اس کا دم گھٹنے

لگاوہ اٹھا اور کمرے سے باہر کی جانب بھاگ گیا۔

گارڈ نے اسے روکا۔"آپ کو کہیں جانا ہے سر"۔

منان نے اس کی بات کو نظر انداز کر دیا اور ہوٹل سے باہر کی طرف

بڑنے لگا۔

"سر آپ کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے" گارڈ نے ایک بار پھراسے

روکنے کی کوشش کی۔

"اپنی زبان بند رکھو نہیں تو یہ زبان کاٹ کے کتوں کو ڈال دوں

گااوراگر تم میں سے کوئی بھی میرے پیچھے آیا تو میں اسے ایسی

موت دوں گا۔ اس کی لاش بھی کسی کی پہچان میں نہیں آئی گی"۔ منان

کی بات سننے کے بعد کسی گارڈ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس کے

پیچھے آتا۔

"منان بے مطلب ہی گلیوں میں گھوم رہا تھا ۔ اس کے دماغ میں بہت

سی باتیں چل رہی تھی"۔

"اچانک پیچھے سے منان پر کسی نے چاقو سے وار کیا ،چاقو منان کو لگتا اس سے پہلے ایک لڑکی نے منان کو بچانے کے لیے اسے دھکا دیا،

وہ چاقو اس لڑکی کے ہتھیلی کے پار ہو گیا،لڑکی نے اس آدمی کو ٹانگ ماری اور وہ آدمی دور جا گرا".

"وہ آدمی وہاں سے بھاگ نکلا منان نے خود کو سنبھالا اور اس کے پیچھے بھاگا، اپنی گن اس کی طرف سیدھی کی،اس کی ٹانگ میں گولی ماری آدمی وہیں گر گیا منان نے جا کر اس کا گریبان پکڑا".

"کس نے بھیجا ہے تمہیں"، وہ آدمی درد سے کراہ رہا تھا

"میں نے پوچھا کس نے بھیجا تمہیں". جب وہ آدمی کچھ نہ بولا تو منان نے اس کے بازو میں دوسری گولی مار دی.

میں نے کچھ پوچھا کس نے بھیجا تھا.

ج.ی.ک.اس آدمی نے مشکل سے یہ لفظ بولا اور بہوش ہو گیا.

"جیک یعنی میرا شک صحیح تھا کہ جیک حسن علی کی مدد کر رہا ہے" منان نے سوچا۔

اس لڑکی کے یاد آنے پر منان اس گلی میں واپس آیا مگروہ لڑکی غائب تھی، منان اس کے پیچھے گلیاں گھومتا رہامگر وہ لڑکی اسے نہیں ملی وہ پاس بنے کلب میں گیا جہاں لوگ اکثر شرط لگا کر پیسے جتنے آتے تھے۔

منان کی نظر وہاں ایک لڑکی پر پڑی جس کی عمر27 سال کے قریب تھی بال لڑکوں کی طرح چھوٹے چھوٹے کٹے ہوئے تھےاور وہ وہاں بیٹھی اپنے ہاتھ پر پٹی کر رہی تھی اور پاس کھڑا ایک آدمی اس پر چلا رہا تھا۔

وہ نائجیریا میں زیادہ تر استعمال ہونے والی زبان ہاؤسا میں بات کر رہا تھا۔

"تمہیں کیا ضرورت تھی کسی کی مسئلہ میں پڑنے کی" ۔وہ آدمی غصہ

سے بول رہا تھا۔

"اگر میں اس کی مدد نہ کرتی تووہ مر جاتا ۔"

"اگر تم آج کی فائیٹ میں اس زخم کی وجہ سے ہار گئی تو میں تمہاری

جان لے لوں گا"۔۔۔

وہ پٹی کرنے کے بعد اٹھی" ہمیشہ کی طرح آج کی فائیٹ بھی میں ہی

جیتوں گی"

پہلی بات جس نے منان کو حیران کیا وہ یہ تھی کہ وہ اکیلی لڑکی تین

آدمیوں سے لڑ رہی تھی اور اس لڑکی نے یہ فائیٹ جیت کر منان کو مزید

حیران کر دیا۔

اس آدمی نے شرط کی رقم کا کچھ حصہ لڑکی کو دیا اور وہاں سے چلا گیا۔

لڑکی وہاں بیٹھی سگریٹ پی رہی تھی اور ہاتھ میں پکڑی رقم گن رہی تھی۔

منان اس لڑکی کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"شکریہ کی ضرورت نہیں" اس لڑکی نےاردو میں کہا۔

"تم پاکستانی ہو؟"منان نے حیرانی سے پوچھا

"میری ماں انڈین تھی"۔لڑکی نے کہا

دونوں میں کچھ دیر خاموشی رہی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"۔ منان نے پوچھا

"کیا کام ہے"۔لڑکی بیزاری سے بولی

"تم فائٹنگ کیوں کرتی ہوں"۔ منان نے پوچھا

"پیسے کے لیے"۔ اس لڑکی نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

" کیا تم میرے لیے کام کرو گی"۔ منان نے پوچھا

"پیسے کتنے ملیں گے" ۔لڑکی نے پوچھا

منان حیران ہوا اسے لگا وہ پوچھے گی کام کیا ہے،مگر وہ لڑکی الگ تھی۔

"تمہیں میری حفاظت کرنی ہوگی "۔جب اس لڑکی نے نہیں پوچھا تو منان

نے خود ہی بتا دیا ۔

"کر لوں گی بس یہ بتاؤ پیسے کتنے ملیں گے" .

"اتنے کہ اگر تم زندگی بھر بھی کھاؤ تو ختم نہ ہو، مگر تمہیں میرے ساتھ

پاکستان جانا پڑے گا" ۔منان نے کہا

"ڈیل". لڑکی نے یہ کہہ کر ہاتھ آگے کیا۔

"ڈیل". منان نے اس سے ہاتھ ملایا ۔

اب تو نام بتا دو۔

ایلسا ۔

"تو کل صبح آٹھ بجے تیار رہنا ہمیں پاکستان کے لیے نکلنا ہے ".

منان ایلسا کے ساتھ پاکستان پہنچا تو جیک اسے پاکستان ائیرپورٹ پر

لینے آیا تھا منان نے اسے دیکھ کر اپنا غصہ بہت مشکل سے قابو کیا۔

جیک منان کی طرف بڑھا "یہ کون ہے بوس" اس نے پاس کھڑی لڑکی کا

پوچھا ۔

اس بارے میں بات ہم بیسمنٹ میں جا کر کریں گے۔ منان نے کہا

"مگر اپ تو آنے کے بعد سب سے پہلے پری سے ملنے جاتے ہیں نا".

جیک نے حیرانی سے پوچھا۔

"جتنا کہا جائے اتنا کرو". منان نے سخت لہجے میں کہا

جیک کو منان کا رویہ کچھ عجیب لگا مگر وہ کچھ کہے بغیر گاڑی کی

طرف بڑھ گیا ۔

گاڑی بیسمنٹ کے سامنے رکی ایلسا منان،اور جیک بیسمنٹ کی طرف بڑھ

گئے۔

بیسمنٹ میں منان کے سارے آدمی پہلے سے ہی موجود تھے۔

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے". بیسمنٹ میں پہنچتے ہی جیک

نے کہا۔

"اب کہنےاور سننے کو کچھ نہیں رہ گیا جیک" ۔

"کیا مطلب " جیک نے نہ سمجھی سے پوچھا۔

منان نے آنکھیں بند کرکے گن جیک کی طرف سیدھی کی وہ کچھ

سمجھ پاتا اس سے پہلے منان نے ایک ساتھ چار گولیاں اس کے سر

میں اتار دی۔ جیک کےخون کی چھینٹے منان کے چہرے اور کپڑوں پر پڑے۔ آج پہلی بار اس سفاکی کے بادشاہ نے کسی کو مارتے وقت آنکھیں بند کی تھی ۔

منان نے اپنی آنکھوں کھولی اور اپنی گن سائیڈ پر پھینک کر گھٹنوں کے بل جیک کی لاش کے پاس بیٹھ گیا،اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر بولا۔ "جیک کاش تم میرے بھروسے کو نہ توڑتے تو آج حالات کچھ اور ہوتے"۔ منان کے آنکھ کے کونے پر ایک آنسو جھلکا جیسے وہ قابو کر گیا۔

منان کھڑا ہوا اپنے پاس کھڑے آدمیوں سے بولا"اس کی لاش کو اذیت مت دینا ایک گڈا کھودو میں اسے اپنے ہاتھوں سے دفناؤں گا"۔

منان جیک کو دفنانے کے بعد جب اپنے منشن واپس آیاتو ایک عجیب سی بے چینی نے اسے گھیرا ہوا تھا، جیسے اتارنے کے لیے وہ اپنے کمرے میں بیٹھا ایک کے بعد ایک سگریٹ پی رہا تھا۔

یہ اس کا آٹھواں سیگرٹ تھا جسے وہ جلانے لگا تو ایلسا نے اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری سگریٹ کو ہاتھ لگانے کی، جس کام کے لیے لایا ہوں وہ کرو، ورنہ جہاں سے لایا ہوں وہیں پھینکوا دوں گا۔منان ایلسا پر غرایا۔

"میں اپنا کام ہی کر رہی ہوں،آپ بہت سگریٹ پی چکے ہیں یہ آپ کی صحت کے لیے خطرناک ہوسکتے ہیں،اور میرا کام آپ کو خطرے سے محفوظ رکھنا ہے"، ایلسا پرسکون لہجے میں بولی۔

منان تلخی سے مسکرایا" تم نے کبھی کسی اپنے کو اپنے ہاتھوں سےنہیں دفنایا اس لیے تم میرا درد نہیں سمجھ سکتی"۔

"آپ کو کس نے کہا میں نے کبھی کسی کواپنے ہاتھوں سے نہیں دفنایا، ماضی ہر انسان کا ہوتا ہےفرق بس اتنا ہے کسی کا خوشگوار،کسی کا دردناک۔

"تمہارا ماضی کون سا ہے". منان نے پوچھا

"میری حالت دیکھ کر کیا لگتا ہے"ایلسا مسکرائی۔

منان ایلسا کا چہرہ بغور دیکھاتا رہا اور کچھ کہہ نہ سکا۔ ایلسا نے ٹیبل پر پڑی سگریٹ کی ڈبی اٹھائی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

منان ایلسا کے جانے کے بعد کمرے میں اپنے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑی، اپنی اور مصطفی کی تصویر کے پاس آیا ،اس تصویر میں وہ دونوں بہت خوش لگ رہے تھے۔اس نے تصویر پر ہاتھ پھیرا" میں آپ کے قاتلوں سے جلد بدلہ لوں گااس بار میں کوئی غلطی نہیں کروں گا ، بس ایک صحیح موقع اور میں انہیں تباہ کر دوں گا".

سجا کر رکھتے ہیں چہرے پر ہنسی کی کرن

ناں جانے روح میں کتنے شگاف رکھتے ہیں

تانیہ آفس سے نکل کر گاڑی میں بیٹھی اور یونیورسٹی کی طرف روانہ ہو گئی کیونکہ اسے آج انوشے کا فون آیا تھا کہ اس کا کام جلدی ختم ہو گیا ہے تو گھر جاتے ہوئے وہ تانیہ کو یونیورسٹی سے پک کر لے گی۔

تانیہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی فون پر ایک نمبر ملایا۔ سامنے والے نے کال اٹینڈ کی۔

"السلام علیکم ڈاکٹر احمر میں تانیہ بات کر رہی ہوں"۔

"وعلیکم سلام مس تانیہ کیسی ہیں آپ"۔

"میں ٹھیک ہوں بس یہ پوچھنے کے لیے کال کیا تھا کہ اب ان کی طبیعت کیسی ہے۔"

"میں آپ کو کوئی جھوٹی امید نہیں دوں گا مس تانیہ، آپ کے پیشنٹ کی کنڈیشن بہت خراب ہے۔ان کا کینسرمعدے پیٹ کے ساتھ ساتھ ان کی آنتوں میں بھی پھیل چکا ہے، آپ خود کو مینٹلی پریپیر کر لیں ان کے پاس بہت کم ٹائم ہے۔"

"آپ ایک بار ان سے مل لے مس تانیہ وہ آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔"

"میں اس وقت شہر سے باہر ہوں جلد ان سے ملنے آؤں گی"۔تانیہ ۔

نے جھوٹ بولا

"آپ مجھے ان کی کنڈیشن کی اپڈیٹ دیتے رہیے گا ڈاکٹر احمراور ان

کا خیال رکھنے کے لیے شکریہ"۔

"وہ میرے پیشنٹ ہیں مس تانیہ ان کا خیال رکھنا میرا فرض ہے"

"تانیہ نے اللہ حافظ کہہ کر فون کاٹ دیا۔"

تانیہ اب آفس کی گاڑی سے نکل کر یونیورسٹی کے سامنے کھڑی

انوشے کا انتظار کر رہی تھی۔ تقریبا پانچ منٹ کے بعد انوشے کی

گاڑی تانیہ کے قریب آکر رکی، تانیہ گاڑی کا دروازہ کھول کر انوشے

کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی۔

"سوری ٹریفک میں پھنس گئی تھی زیادہ انتظار تو نہیں کرنا پڑا"۔

"نہیں"۔

آدھے سے زیادہ رستہ گزر چکا تھا اس دوران ان دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ انوشے کو اندازہ ہو چکا تھا کہ تانیہ کچھ پریشان ہیں۔

انوشے نے گاڑی گھر کی بجائے آئس کریم پارلر کی طرف موڑ لی۔ گاڑی آئس کریم پارلر کے سامنے روکی وہ گاڑی سے نکل کر آئس کریم پارلر کی طرف بڑھ گئی انوشے کچھ دیر بعد دوچاکلیٹ آئس کریم کےکپ لے کر گاڑی کی طرف آئی۔

گاڑی میں بیٹھ کر اس نے ایک کپ تانیہ کی طرف بڑھایا تانیہ جو اپنی سوچوں میں گم تھی،اس نے آئس کریم کے کپ کو دیکھا اور پھر انوشے کو دیکھا، تانیہ کو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ کب وہ گھر کی بجائے آئس کریم پارلر آئے اور کب انوشےآئس کریم لے کرآئی اس نے آئس کریم کا کپ پکڑا۔

"مجھے نہیں پتہ تھا تمہیں آئس کریم کا کون سا فلیور پسند ہےتو میں

چاکلیٹ لے آئی مجھے لگتا ہے چاکلیٹ فلیور سب کو پسند ہوتا

ہے"۔انوشے اپنی آئس کریم کھاتے ہوئے بولی۔

تانیہ نے کوئی جواب نہیں دیا اور چپ چاپ آئس کریم کھانےلگی۔

" جب میں پریشان ہوتی ہوں تو حدید مجھے کافی پلاتا ہے اور جب

وہ پریشان ہوتا ہے تو میں اسے آئس کریم کھلانے لے آتی ہوں۔ آج

مجھے میری دوست پریشان لگی تو سوچا اسے بھی آئس کریم کھلا

دیتی ہوں۔"

تانیہ انوشے کی بات پر مسکرائی" میں پریشان نہیں ہوں بس تھوڑی

الجھی ہوئی ہے۔"

"تو اپنی اس دوست سے بات شیئر کر لو کیا پتہ الجھن کم ہو جائے"۔

تانیہ خاموشی سے آئس کریم کھاتی رہی انوشے سمجھ گئی تھی وہ

بات شیئر نہیں کرنا چاہتی،اس نے دوبارہ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا

آئس کریم کھانے کے بعد انوشے نے گاڑی گھر کی طرف موڑ لی۔

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ہمیں بہت اذیت دے مگر ہم اسے اذیت میں نہ دیکھ سکیں وہ ہمیں برباد کر دے مگر ہمیں اس کی بربادی اچھی نہ لگےاور جب ہم اسے معاف کرنا چاہیں بھی تو آپ کے اندر کی کوئی آواز آپ کو ایسا کرنے سےروک دے،آپ کے دل اور دماغ میں ایک جنگ چل رہی ہوں اور جب آپ یہ بھی جانتے ہوں وہ شخص بہت جلدی اس دنیا سے چلا جائے گا، آپ تب بھی کوئی فیصلہ نہ لے پا رہے ہوں"۔تانیہ بولتے ہوئے مسلسل گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہے تھی۔

"جنگ دل اور دماغ کے درمیان نہیں ,غلط اور صحیح کے درمیان ہوتی ہے ,جنگ قانون اور مجرم کے درمیان ہوتی ہے جنگ ظلم اورمظلوم کے درمیان ہوتی ہے، جنگ انسان اور ہمزاد کےدرمیان ہوتی ہے۔"

"آپ بہت مشکل باتیں کرتی ہیں"۔

انوشے مسکرائی"آسان لفظوں میں سمجھاتی ہوں، جب ہم پیدا ہوتے ہیں تب ہمارے ساتھ دو ہمزاد مقرر کر دیے جاتے ہیں،ہمزاد جن جو کافر ہوتا ہےاور ہمیں غلط کی طرف لے کے جاتا ہےاور دوسرا ہمزاد فرشتہ جو ہمیں صحیح بتاتا ہے، جب روشنی نہیں ہوتی تو سایہ بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیتا ہے مگر یہ ہمزاد ہمارے ساتھ ہمارے جسم کا حصہ بن جاتے ہیں جب ہمیں غلط اور صحیح میں کچھ چننا ہو تو ہماری جنگ اس ہمزاد جن سے ہوتی ہے وہ ہمیں غلط کرنے کی طرف بھڑکاتا ہے دلیلیں دیتا ہے مگر ہمارا ہمزاد فرشتہ ہمیں غلط کرنے سے روکتا ہے ، جب دلیلیں ہمزاد جن کی جیتتی ہیں تو ہم غلط کرتے ہیں اور جب ہماری روح ہمزاد فرشتے کی دلیلوں کو چنتی ہے تو ہم صحیح کرتے ہیں، یعنی جنگ غلط اور صحیح کے درمیان ہوتی ہے دل و دماغ کے نہیں۔"

"مگر میں معاف نہیں کر پا رہی شاید ہمزاد جن جیت گیا"۔تانیہ نے مایوسی سے کہا۔

میں نے کبھی کافر کو مسلمان سے جیتتے نہیں دیکھا ہے ۔۔

"میں معاف کرنا چاہتی ہوں میں کیا کروں؟"۔

"میں نے کہیں سنا تھا کہ اگر تم کسی کو معاف کرنا چاہتے ہو مگر معاف نہیں کر پارہے تو جا کر اس سے بات کرو ،اس شخص کو بتاؤ کہ اس نے تمہارے ساتھ کیا غلط کیا،اس نے تمہیں کون سی اذیتیں دی اپنے اس دل کو ہلکا کرو اس دل میں جو نفرت کا بوجھ ہے اسے اتارو۔

نفرتیں ہٹیں گی تو محبتوں کی جگہ بنے گی اور شاید تم اسے معاف بھی کر سکو"۔

گاڑی پارکنگ ایریا میں رکی ۔انوشے گاڑی سے اترنے لگی تو تانیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا" سچ میں آج مجھے میری دوست نے اس الجھن سے نجات دے دی جس سے میں ایک سال سے نجات نہیں پا سکی تھی۔"

ہمیں وراثت میں اپنا لہجہ ملا ہوا ہے

کلام کر لے جیسے بھی کوئی مغالطہ ہے،

ہمیں نہ سمجھا فلاں برا ہے فلاں برا ہے

ہمارے یہاں درگزر کا راستہ ہے اور کھلا ہوا ہے،

جیسے بہت دیر میں بنایا سخن وروں نے

بنے بنائے سے اس کا کیسا مقابلہ ہے،

مسکرایا ہی اتنے دن بعد ہے کہ ہم نے اب اس کے کھلتے لبوں کا

صدقہ نکالنا ہے ،

تیرے ہرے پانیوں میں کب تک رکے

کہ ہم کو ہماری بنجر زمین سے کوئی پکارتا ہے،

تانیہ ہسپتال کے ایک کمرے میں داخل ہوئی سامنے بستر پر لیٹے

شخص کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

تانیہ نے اس شخص کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔اس شخص نے کسی کی موجودگی محسوس کر کے آنکھیں کھولی،اور پاس بیٹھی لڑکی کو دیکھا۔

"تنو تو آ گئی"۔ اس آدمی نے دیھمی آواز میں کہا۔

"ابا"۔ تانیہ نے رونا شروع کر دیا۔

"رو نہ تنو بیٹی" وہ بے چینی سے بولے

"ابا جب میں پیدا ہوئی تھی آپ کی نوکری چلی گئی،میرے تین بھائی ہوکر فوت ہو گئے،آپ شراب پینے لگے،جب ڈاکٹر نے کہا کہ اب ماں کے یہاں کوئی اور اولاد نہیں ہو سکتی اس کا ذمہ دار بھی آپ نے مجھے ٹھہرایا، کبھی میں نے آپ کے منہ سے میرے لیے اچھے الفاظ نہیں سنے ،آپ نے کبھی مجھے منحوس کے علاوہ کچھ کہہ کر نہیں پکارا،میں آپ کے منہ سے تنو سننے کے لیے ترس گئی تھی ، جب آپ نے مجھے ان ظالموں

کے ہاتھ بیچا، میں صرف بارہ سال کی تھی۔میں نے اس جہنم میں دو سال گزارے،ان دو سالوں نے میری روح تک فنا کر دی ابا"۔

" مجھے دو سال بعد اس جہنم سے مرتضی انکل نے نکالا انہوں نے مجھے وہ پیار دیا جو میں آپ سے پانے کیلئے ترس گئی" ۔ تانیہ سانس لینے کے لیے رکی۔

"دو سالوں میں بھی میں نے کبھی آپ کو بد دعا نہیں دی،مگر مجھے لگتا تھا میں آپ کو کبھی معاف نہیں کرسکوگی ،ایک سال پہلے ایک مشن کے دوران میں اپنے گاؤں میں واپس آئی تھی ابا،مجھے پتہ چلا کہ اماں گزر چکی ہے اور آپ کو کینسر ہو گیا ہے،اس دن میں۔۔۔۔میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس گھر کی طرف واپس آئی تھی ا۔آپ کے درد سےکرانے کی آواز دروازے سے باہر تک آرہی تھی ،جب میں اندر آئی تو آپ بے ہوش ہو چکے تھے،آپ کو اذیت میں دیکھ کر مجھے بھی اذیت ہوئی مجھے لگا اس دن کی اذیت ان دو سالوں کی اذیت سے بھی زیادہ تھی ۔ اس ایک سال

میں جس درد سے ہر روز آپ گزرے ہے میں بھی اسی درد سے روز گزری ہوں"۔ یہ کہہ کر ہچکیوں کے ساتھ رونے لگی ۔

"مجھے معاف کر دے تانیہ دیکھ میرے اللہ نے مجھے ہر گناہ کی سزا دے دی" وہ رو رہے تھے ۔

تانیہ ان کے قریب گئی اور اپنی ہتھیلی سے ان کے آنسو پونچھے"میں نے آپکو معاف کر دیا ابااور مجھے یقین ہے میرا خدا بھی آپ کومعاف کر دے گا۔تانیہ ان کے سینے سے لگ گئی اوربہت دیرتک روتی رہی ۔ تانیہ نے باپ کے سینے سے سر اٹھایا۔" آپ کو پتہ ہے میں نے نیا گھر لیا ہے اس میں آپ کے لیے کمرہ بھی بنایا ہے جب آپ تھوڑا ٹھیک ہو جائے گے ، میں آپ کو گھر لے جاؤں گی،اور پھر ہم ساتھ رہے گے۔تانیہ کا دل ہلکا ہو چکا تھا محبتوں کی جگہ بن گئی تھی اب وہ کسی بھی نفرت کو دل میں نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

....

انوشے اپنے افس میں بیٹھی کچھ فائلزدیکھ رہی تھی جب ریہا نے اسے تانیہ کے آنے کی خبر دی۔ریہا نے اجازت لے کر تانیہ کو اندر انوشے کے کیبن میں بھیجا۔

تانیہ نے سلام کیا اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تم آج یونیورسٹی نہیں گئی"۔انوشے نے پوچھا۔

"گئی تھی مگر کوئی امپورٹنٹ لیکچر ہی نہیں تھا تو میں نے سوچا آپ کے آفس آ جاتی ہوں اور پھر ہم دونوں مل کر شاپنگ پر چلیں گے اورمیں پہلے ہی کہہ دوں نہ کی گنجائش نہیں ہے"۔

انوشے مسکرائی ،کھڑی ہو کر اپنی چیزیں سمیٹنے لگی اور کچھ دیر میں دونوں آفس سے باہر نکل گئے۔

شاپنگ مال میں انوشے اور تانیہ کچھ شاپنگ کرنے کے بعد اور ایک شاپ میں داخل ہوئے سامنے دبیر سارم اورحماد شاپنگ کر رہے تھے۔ سارم کی نظر جیسے ہی ان دونوں پر پڑی تو ان کی طرف بڑھا۔

وہ ان کے قریب آیا "انوشے آپ کا یہاں آنا تو سمجھ آتا ہے مگر یہ

آپ کے ساتھ والی یہاں کیا کر رہی ہیں"۔

"کیا مطلب"۔انوشے نے پوچھا۔

"یہ انسانوں کا شاپنگ مال ہے چڑیلوں کا نہیں" -----

"کتنی پیاری تو ہے آپ کی منگیتر آپ اسے چڑیل کیسے کہہ سکتے

ہیں"----

"آپ کو چشمے کی ضرورت ہےانوشے یہ چڑیل آپ کو پیاری نظرآ

رہی ہیں"۔

ان کو باتیں کرتے دیکھ دبیر اور حماد بھی ان کی طرف پاس آگئے۔

"یہ میرے انکل ہیں حماد اور میرے بسنس پاٹنر بھی ہیں"۔دبیر نے

انوشے کو حماد سے ملوایا۔

"میں تمہیں کس اینگل سے انکل لگتا ہوں"۔ حماد نے تیور چڑھاتے

بولا۔

"ہر اینگل سے"۔سارم شرارتی انداز سے بولا۔

"میں آپ کو اس کا انکل لگ رہا ہوں"۔ حماد نے انوشے سے پوچھا۔

"نہیں تو آپ تو ان کے چھوٹے بھائی لگ رہے ہیں" ۔ انوشے اپنی

مسکراہٹ چھپاتی بولی۔

"آپ کو واقعی چشمہ لگنے والاہے مس انوشے"۔ دبیر نے کہا

"اب آپ لوگ اتنا اصرار کر ہی رہے ہیں تو میں اپنی نظر چیک کروا

ہی لوں گی"۔انوشے نے ہنستے ہوئے کہا۔

سب نے ساتھ ہی شاپنگ کی اور شاپنگ کے بعد ایک فوڈ کورٹ میں

برگر کھانےبیٹھ گئے۔حماد نے انوشے کو اپنے نکاح کی دعوت پر

بھی انوائٹ کر لیا۔

فوڈ پوائنٹ پر سب برگر کھا رہے تھے جب انوشے کو کال آئی

"ہیلو کون"

"میں سائنس کالج سے حدید کی پرنسپل بات کر رہی ہوں،کیا آپ حدید

کے گھر سے بات کر رہی ہیں"۔

"جی میں ان کی بہن انوشے بات کر رہی ہوں".

"آپ ابھی کالج آ سکتی ہیں".

"کوئی مسئلہ ہوا ہے".انوشے نے پریشانی سے پوچھا

"جی آپ جلدی کالج پہنچےباقی بات ہم کالج میں کرتے ہیں".پرنسپل

نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا۔

"کیا ہوا کچھ پریشان لگ رہی ہیں". سارم نے پوچھا

"کچھ نہیں مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہوگا۔"

"انوشے مجھےآپ پریشان لگ رہی ہیں اگر اپ چاہیں تو میں آپ کے

ساتھ چل سکتا ہوں". دبیر نے کہا۔

"انوشے نے بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا اور دبیر کے ساتھ حدید

کے کالج کے لیے نکل گئی".

دبیراورانوشے پرنسپل کے آفس میں داخل ہوئےتو سامنے کا منظر

الگ ہی کہانی بیان کر رہا تھا۔

وہ لڑکے جو اس دن حدید کو گاڑی میں چھوڑنے آئے تھے اپنے والدین کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھے تھے اورحدید مجرموں کی طرح ان کے سامنے نظر جھکائے کھڑا تھا۔

انوشے نے پرنسپل سے ہاتھ ملایا اور حدید کے ساتھ جا کر کھڑی ہو گئی۔

"بتائیے آپ نے مجھے کیوں بلایا پرنسپل صاحب۔"

"آپ کا بھائی کالج میں ڈرگز لیتے پکڑا گیا ہے اور اس نےان لڑکوں کو پھسانے کے لیے ان کے بیگ میں ڈرگز رکھے ہیں"۔ اس نے سامنے بیٹھے لڑکوں کی طرف اشارہ کیا، انوشے نے حیرانی سے حدید کی طرف دیکھا حدید نے نظر اٹھائی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اس نے انوشے کی طرف دیکھ کر نہ میں سر ہلایا۔

آپ کے پاس کوئی ثبوت یا گواہ ہے ۔دبیر نے پرنسپل سے پوچھا۔

"اس کے بیگ سے نکلنے والے ڈرگز کے پیکٹس ثبوت ہیں اور یہ لڑکے گواہ ہیں"۔

"ڈرگز تو ان تینوں کے بیگ سے بھی نکلے ہیں تو یہاں مجرموں کی طرح صرف میرا بھائی کیوں کھڑا ہے اور سارا الزام صرف اس کے سر پر کیوں ڈالا جا رہے ہیں"۔

"مس میں آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں ان تینوں نے کچھ نہیں کیا آپ کے بھائی نے ان کے بیگ میں ڈرگز رکھے اور ہم اس جیسے لڑکے کو اب اپنے کالج میں مزید نہیں رکھ سکتے اس لیے ہم اسے اپنے کالج سے نکال رہے ہیں۔پرنسپل اب بگڑے تیور سے بولی۔

"پہلی بات پرنسپل ان تینوں کے پاس بھی ڈرگز پکڑے گئے ہیں تو یہ ملزم ہیں اور ملزم کبھی گواہ نہیں ہوتے اور دوسری بات آپ کو ان سب کا(ڈی یو ڈی ائی ٹی)،ٹیسٹ کروانا چاہیے جو ٹیسٹ یہ بتائے گا ان میں سے ڈرگز کون یوز کرتا ہے اور کون نہیں۔"دبیر نے کہا

"ہم نے آپ سے مشورہ نہیں لیا مسٹر" پرنسپل بولی۔

"پر میں مشورہ دے رہا ہوں کیوں میں کہ یہاں میں حدید کے وکیل کی حیثیت سے کھڑا ہوں"۔ وہاں بیٹھے ہیں ہر شخص نے حیرانی سے دبیر کو دیکھا۔

میں ابھی فون کر کے میڈیا اور پولیس بولاتا ہوں اور باقی کام وہ خود آکر دیکھ لیں گے اور جب تک ثابت نہیں ہوتا حدید ڈرگز لیتا ہے یانہیں، اس کے بیگ میں ڈرگز تھے بھی یا اسے پھسایا جا رہا ہے آپ اسے کالج سے نہیں نکال سکتی اور اگر قصوروار یہ تینوں نکلے تو ان کی ڈگریاں کنسل ہو جائے گی اور کالج پر ایک سٹوڈنٹ پر جھوٹا الزام لگا کر کالج سے نکالنے پر کیس بھی ہو سکتا ہے "۔

پرنسپل کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں نظر آرہی تھی جسے وہ بار بار ٹشو سے صاف کر رہی تھی اس نے گھبرا کر تینوں لڑکوں کے پیرنٹس کو دیکھا۔

"ہمیں چلنا چاہیے اب ملاقات کورٹ میں ہوں گی" دبیر نے کہا اور تینوں آفس کے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"رکے میری بات سنیں"۔ پرنسپل ہڑبڑاہٹ میں اپنی کرسی سے اٹھی۔

"ہمیں اس بات کو یہی ختم کر دینا چاہیے کیوں آپ لوگ کیا کہتے ہیں"۔ پرنسپل نے ان لڑکوں کے پیرنٹس سے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں یہ اتنی بھی بڑی بات نہیں ہے کہ اس کے لیے اب ہم کورٹ کچہری کے چکر لگائیں گے" ۔ان میں سے ایک لڑکے کے والد نے کہا۔

سب والدین نے اور پرنسپل نے ان کی بات پر اتفاق کیا۔

"ٹھیک ہے اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ یہ بات یہی ختم ہو جائے تو میں کل پیپر بھیج دوں گا اپ ان پر سائن کر دیجیے گا۔ اس پیپر میں لکھا ہوگا کہ یہ لڑکے اب حدید کو تنگ نہیں کریں گے اور پرنسپل صاحبہ آپ حدید پرکسی بھی قسم کا کوئی دباؤ نہیں ڈالیں گی"۔ دبیر نے کہا

"ہاں ٹھیک ہے ہم سائن کردے گے پرنسپل نے فورا رضا مندی ظاہر

کی".

وہ سب پرنسپل آفس سے نکل کر پارکنگ ایریا کی طرف آئے۔

"تھینک یو آپ نے مجھے بچا لیا آپ تو بالکل وکیل ہی لگ رہے

تھے". حدید یہ کہہ کر دبیر کے گلے لگا۔

"شکریہ مجھے نہیں اپنی بہن کو کہو"۔دبیر نے حدید کے کان میں کہا۔

"یہ تو ڈی کا موڈ دیکھ کر پتہ چلے گا تھینک یو کہنا ہے یا سوری".

حدید نے جواب دیا۔

دبیرنے مسکرا کر حدید سے الگ ہوا۔

انوشے دبیر کے قریب آئی"

(Thanks it will mean a lot to me. Call me

whenever you need help)

(شکریہ یہ میرے لئے بہت اہمیت رکھے گا۔ جب بھی مدد کی ضرورت ہوں۔مجھے کال ضرورکرنا)۔

"Of course why not?(یقینا کیوں نہیں)"۔

دبیرنے انہیں گھر چھوڑا اورآفس کیلئے نکل گیا ۔

انوشے اور حدید کو گھر میں آئے رات ہو چکی تھی مگر دونوں کے درمیان اس بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔انوشے کچن میں رات کا کھانا بنا رہی تھی حدید نے جا کر انوشے کو گلے لگا لیا۔

"چھوٹے بھائی سے کب تک ناراض رہیں گی "۔؟

"چھوٹے بھائی کوکیا فرق پڑتا ہے میری ناراضگی سے"۔انوشے نے حدید کو دور کرنے کی کوشش کی۔

"ڈی آپ کو پتا ہے میں ایسا نہیں ہوں میں ڈگرز نہیں لیتا، جب کالج گیا تو وہاں لوگوں کا لائف سٹائل دیکھ کر مجھے اپنی محرومیاں نظر آنے لگی میں نے شکر کرنا چھوڑ دیا ، میں نے اپنے سے اوپر والوں کو دیکھنا شروع کر دیا پتہ نہیں کب میں صحیح سے غلط کی طرف

چلا گیا میں نے آپ کا بہت دل دکھایا جس کیلئے میں بہت شرمندہ ہوں

ڈی،مجھےمیری غلطی کاازالہ کرنے کا ایک موقع دیجیے، میں دوبارہ

ایسی غلطی نہیں کروں گا میں کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جس

سے آپ کا دل دکھے نہ میں کسی ایسے انسان سے دوستی کرو گا

جس کی وجہ سے آپ کا سر جکھے ،پلیز ڈی صرف ایک موقع دیں"

"اس بارے میں میں سوچ سکتی ہوں اگر میرا بھائی ایک کپ کافی

پلائے تو". انوشے نے مسکرا کر کہا۔

"صرف کافی آج کا کھانا بھی میں آپ کو اپنے ہاتھوں سے بنا کر

کھلاؤں گا۔"

"نہیں کافی ہی ٹھیک ہے تمہارے ہاتھ کا کھانا کھا کر مجھے

مرنا نہیں ہے۔ انوشے کی بات پردونوں کھلکھلا کر ہنسے .

""""""""""""""""""""""""""""

مرتضی کے آفس میں سب میٹنگ کے لیے موجود تھے

" تانیہ میں نے تمہیں کچھ پتہ کرنے کو کہا تھا"

"انوشے کو پتہ ہے حسن علی زندہ ہے سر۔"

"تم یہ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں" حماد نے پوچھا

" حدید پراس حملے کے بعد بھی انوشے حدید کو کہیں بھی جانے

دیتی ہیں، اس کے پیچھے پریشان نہیں ہوتی ظاہری سی بات ہے اسے

پتہ ہے اس کی حفاظت کرنے والا کوئی ہے"

"ہاں یہ بات تو ہے اس دن جب مال میں انوشے ملی تھی تب بھی

کتنی ریلیکس لگ رہی تھی" سارم نےانوشے کی بات سےاتفاق کیا۔

"منان کی خاموشی اس وقت کسی طوفان سے پہلے والی خاموشی

ہے، ہمیں اس کے لیے تیار رہنا چاہیے، دبیر تمہارے پاس اس بارے

میں کوئی پلان ہے" مرتضی نے دبیر سے پوچھا۔

"دبیر پتہ نہیں کن سوچوں میں گم بیٹھا مسکرا رہا تھا"

جب کچھ دیر دبیرنے جواب نہیں دیا تو سب نے دبیر کی طرف دیکھا۔

"دبیر میں تم سے بات کر رہا ہوں". مرتضی نے کہا

جی---جی

" میں تم سے بات کر رہا ہوں تم کس دنیا میں گم ہو"

"وہ میں کچھ امپورٹنٹ بات سوچ رہا تھا" .

"مسکراتے ہوئے امپورٹنٹ باتیں کون سوچتا ہے"۔حماد نے آہستہ

سے سارم سے پوچھا۔

"لڑکی کا چکر بابو بھیا لڑکی کا چکر".۔

''مطلب" حماد نے آہستہ سے پوچھا

"مطلب ہم بہت جلد مٹھائی کھائیں گے"۔سارم کی بات مرتضی نے

بھی سن لی۔

" کس بات کی مٹھائی "

"وہ آپ اپنے بیٹے سے ہی پوچھے۔"

"کس مٹھائی کی بات ہو رہی ہے دبیر"

"وہ۔۔۔وہ حماد سر کے گھر دعوت پر لے کے جانی ہے مٹھائی" دبیر کا کان کھجاتا بولا۔

تانیہ اور سارم اس کی یہ حالت دیکھ کر ہنسی چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"وہ میری ایک ضروری میٹنگ تھی میں چلتا ہوں پلان بنا کرمجھے آگاہ کر دینا "۔ دبیریہ کہہ کر آفس سے باہر نکل گیا

"یہ اتنی عجیب حرکتیں کیوں کر رہا ہے"۔ مرتضی نے سارم اور تانیہ سے پوچھا

"ہمیں کیا پتا"۔ سارم اورتانیہ نے کندھےاچکا کر کہا

''

آج حماد کےگھر دعوت تھی۔

تانیہ اپنے کمرے میں تیار ہو رہی تھی، تانیہ نے آج پنک کلرکا سادہ سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا لمبے بال کھلے کمر تک آ رہے تھے آج وہ بہت حسین لگ رہی تھی، اپنی ہاتھوں کی چوڑیاں سیٹ کرتے ہوئے

انوشے کے کمرے کی طرف بڑھ گئی، انوشے کے کمرے کا دروازہ

کھولا انوشے آئینے کے سامنے کھڑی تیار ہو رہی تھی۔

انوشے نے آج کالے اور گولڈن رنگ کا فراک زیب تن کیا ہوا تھا بالوں

کو جوڑے میں مقید کر کے حجاب کر رہی تھی ،ایک ہاتھ میں گولڈن

رنگ کی چوڑیاں پہن رکھی تھی اور دوسرے ہاتھ میں گھڑی۔

"ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہیں"۔تانیہ نے کہا

"تم بھی کسی پری سے کم نہیں لگ رہی ".انوشے نے تانیہ سے کہا۔

"سارم بھائی اور دبیر بھائی نیچے ہمارا انتظار کر رہے ہیں پوچھ

رہے تھے کتنی دیر اور لگے گی"۔ حدید کہتا کمرے میں داخل ہوا۔

حدید بسکٹ کلر کی شلوار قمیض پہنے بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

وہ سب تیار ہو کر پارکنگ ایریا کی طرف بڑھ گئے ۔سامنے دبیر اور

سارم کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے

سارم نے گرے پینٹ کے ساتھ وائٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی، جل سے

سیٹ کیے ہوئے بال اسے بہت خوبصورت بنا رہے تھے ۔

دبیر بلیک پینٹ شرٹ، سیدھے ہاتھ میں برینڈڈ گھڑی جل سے سیٹ

کیے ہوئے بالوں میں وہ کسی ریاست کے مغرور شہزادے سے کم

نہیں لگ رہا تھا۔

"کیسی لگ رہی ہوں"تانیہ نے پوچھا

"اچھی لگ رہی ہومگر اس میں کمال میک اپ کا ہے جس نے تم

جیسے چڑیل کو بھی پری بنا دیا" ۔سارم نے کہا

"بولتے رہو آج میرا موڈ بہت اچھا ہے میں نہیں لڑوں گی ۔"

"دبیر انوشے کو دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ کوئی لڑکی سادگی میں بھی

اتنی خوبصورت کیسے لگ سکتی ہے" ۔

سب گاڑی میں بیٹھ کر حماد کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

انوشے کو لگا اس دعوت پر بہت سے لوگ انوائٹڈ ہوں گے، مگر وہاں

صرف یہ لوگ ہی تھے۔

جب سب حماد کی بیوی سے ملے تو وہ پاکستانی نہیں تھی۔

سارم سے یہ دیکھ کر رہا نہیں گیا اور وہ بول پڑا "یار یہ تو غلط بات ہے میں نے سوچا تھا آپ کی بیوی کو خوب بھڑکاؤں گا اور ہم پر کیے گئے ظلموں کا بدلہ لونگا".

" آپ چاہیں تو مجھے ابھی بھی بھڑکا سکتے ہیں". حماد کی بیوی نے اردو میں کہا۔

"آپ کو اردو آتی ہے" ۔سارم خوشی سے اچھل پڑا

آپ اس کی حرکتوں کا برا نہیں مانیں گا بچپن میں چھت سے گر گیا تھا ،سر پر چوٹ آئی ہے بیچارے کو زندگی ایسے ہی گزارنی پڑے گی ۔تانیہ نے سنجیدگی سے کہا ۔

"تم نے مجھے پاگل کہا".

"میں نے کہا نہیں مگر سمجھدار کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔"

"اب تم دونوں یہاں تو مت لڑوں".دبیر نے انہیں روکا

سب نے کھانا کھایا اور اس کے بعد آگ جلا کر اس کے پاس بیٹھ گئے۔

"بون فائر ہو اورگانوں کا کمپٹیشن نہ ہوایسا تو نہیں ہو سکتا". سارم

نے کہا۔

"پچھلی بار والا یاد ہے نا" تانیہ نے پوچھا۔

اس بار الگ گیم ہے "اس گیم میں دو ٹیمز بنیں گی اور جیج حماد اور

عینی(حماد کی بیوی) ہو نگے وہ کوئی ایک لفظ دیں گے اور ان

دونوں ٹیم میں سے جو پہلے ہاتھ اٹھا کر گانا گائے گا۔ اسے ایک

پوائنٹ ملے گا،آخر میں جس کے کم پوائنٹس ہو گے وہ ٹیم ہارے گی"

۔

ٹھیک ہے مگر تم تین لڑکے ہو ہم دو لڑکیاں۔یہ تو ہمارے ساتھ نا

انصافی ہے۔تانیہ بولی،

"ہاں تو یہ حدید بھی تم لوگ بھی رکھ لو اس ٹیم میں ہم دونوں ہی

کافی ہیں" ۔سارم شوخ لہجے میں بولا

"گیم شروع ہوئی۔ "

"تو پہلا لفظ ہے "ج"۔حماد نے کہا

لفظ سنتے ہی حدید نے ہاتھ کھڑا کر لیا

"بھائی ہمیں تو سوچنے کا ٹائم ہی نہیں ملا" ۔سارم بولا

"بچوں کی طرح رونا مت سارم "حماد نے کہا

تو ٹیم اے سناؤ ---

چار دشاؤں جیسی تم ہو میرے لیے ضروری،

تم نہ ہو تو ہر دن آدھا ہر ایک شام ادھوری،

آدھا مجھے رہنا نہیں کچھ کم لگے وہ گھر مجھے،

جس میں کوئی بہناں نہیں ،۔ حدید نے گانا گاتے ہوئے انوشے کا ہاتھ پکڑا

اور اسے گھمایا ۔

فکر مت کردبیر اگلا پوائنٹ ہمارے پاس ہی آئے گا۔ سارم نے کہا۔

دبیر اس کی بات پر مسکرا دیا

تو اگلا لفظ ہے ٹ اس بار لو حماد کی بیوی نے دیا

تانیہ اور سارم نے ایک ساتھ ہاتھ اٹھایا۔

"میں نے پہلے ہاتھ اٹھایا تھا"۔تانیہ نے کہا

نہیں پہلے میں نے ہاتھ اٹھایا تھا۔

تم دونوں لڑو نہیں ٹائے ہو گیا اس کا پوائنٹ دونوں کو ملے گا ۔ حماد نے

کہا۔

اگلا لفظ ہے آ

پھر تانیہ نے ہاتھ اٹھایا

"سناؤ، اب انویٹیشن دے"۔ سارم بولنا

سنا رہی ہوں

آج اگر بھر آئی ہے بوند برس جائیں گی ۔

کل کیا پتہ ان کے لیے آنکھیں ترس جائیں گی

جانے کب گم ہوا کہاں کھویا

ایک آنسو جو چھپا کے رکھا تھا

تجھ سے ناراض نہیں زندگی حیران ہوں میں

تو اگلا لفظ ہے ک

اس بار سارم نے کھڑا کیا ۔

کہ مر کے بھی کسی کو یاد آئیں گے،

کسی کے آنسو میں مسکرائیں گے ،

کہیں گا پھول ہر کلی سے بار بار جینا اسی کا نام ہے۔

اگلا لفظ ہے م

اس بار خلافت توقع ہاتھ دبیر نے اٹھایا

سب نے حیرانی سے دبیر کو دیکھا

"میں بھی گیم کا حصہ ہوں تو میں بھی گانا سنا سکتا ہوں"۔ دبیر نے

خود پر سب کی نظر محسوس کرتے ہوئے کہا

ہاں تو سناؤ ....

میں جو آج کل اکیلے میں یوں مسکراتا ہوں

کوئی پوچھ لے مجھے تو باتیں میں گھماتا ہوں

یہ دنیا پاگل کہتی ہے آوارہ بادل کہتے ہیں

ہنسی چہرے پہ رہتی ہے یہ تو نے کیا کیا

"وہاں بھائی تیرا یہ والا ٹیلنٹ تو ہمیں پہلے پتہ ہی نہیں تھا" ۔سارم

نے اس کی تعریف

"سچ میں دبیر بھائی آپ بہت اچھا گاتے ہیں"۔ تانیہ بولی

"تھینک یو"۔

گیم پھر شروع کرتے ہیں

تو اگلا لفظ ہے ل

سارم نے ہاتھ کھڑا کیا اور ساتھ ہی گانا بھی شروع کردیا۔

لوگوں کو آتے ہیں دو نظر ہم مگر دیکھو دو نہیں،

ہوجدا یا خفا ائے خدا ایسا ہو نہیں ،

کھانا پینا ساتھ ہے ،

اگلی لائن تانیہ نے بولی ،

مرنا جینا ساتھ ہے،

اب سب نے ساتھ گانا شروع کیا

کھانا پینا ساتھ ہے مرنا جینا ساتھ ہے ساری زندگی ،

"تو پوائنٹ سن لو چار بوائز کے ہیں اورتین گرلز کے ہیں".

کنٹینیو کرتے ہیں

تو لفظ ہے ی

انوشے نےہاتھ کھڑا کیا اور حدید کے کان میں گانا بولا

"یہ چیٹنگ ہے ہاتھ آپ نے کھڑا کیا ہے تو گانا آپ ہی گائیں گی"

سارم بولا.

پر میں نہیں ----

"آپ نے ہاتھ اوپر کیا تھا انوشے تو گانا آپ کو ہی پڑے گا نہیں تو

پوائنٹ دوسری ٹیم کو ملے گا".

''گانا سنا دے نہیں تو ہم ہار جائیں گے" ۔تانیہ نے کہا

اچھا ٹھیک ہے ------

یہ ہے گمراہوں کا راستہ

مسکان جھوٹی ہے پہچان جھوٹی ہیں

رنگینی ہے چھائی پھر بھی ہے تنہائی

ہلکے اجالوں میں ہلکے اندھیروں میں

جو اک راز ہے کیوں کھو گیا ہے وہ

کیا ہو گیا ہے کہ وہ ناراض ہے

اے رات اتنا بتا تجھ کو تو ہوگا پتہ

''جتنی آپ الگ لگتی ہیں گانے بھی اتنے ہی ہیں الگ سنتے ہیں"

۔دبیر نے کہا۔

سب نے گیم دوبارہ شروع کی دبیر کا فون بجا تم لوگ کھیلوں میں فون سن کر آتا ہوں دبیر اٹھا اور تھوڑا دور جا کر فون اٹھایا ۔

"ہیلو کون" دبیر نے پوچھا

"یہ چھوڑو میں کون بات کر رہا ہوں پانچ منٹ میں گھر میں دھماکا ہونے والا ہے اس دھماکے سے پہلے گھر سے نکلو"......

پر آپ کون بات کر رہے ہیں----

" دبیر اپنا وقت ضائع مت کرو انہیں لے کر گھر سے باہر نکلو".

دبیر نے فون بند کیا اور بھاگتا ہوا ان کی طرف آیا۔

"سب اٹھو اور باہر چلو"۔۔۔

"بھائی کیا ہو گیا"۔سارم نے حیرانی سے پوچھا

"بات کرنے کا ٹائم نہیں ہے اٹھو اور باہر چلو". دبیر گھبرایا ہوا تھا۔

اس کی گھبراہٹ دیکھ کر سب کھڑے ہو گئے

"مگر ہوا کیا ہے دبیر کچھ بتاؤ تو صحیح"۔حماد نے پوچھا

"میں باہر چل کر بتاتا ہوں پلیز باہر چلیں"۔۔۔

سب جیسے ہی گھر سے باہر نکلے ایک زوردار دھماکہ ہوا اور دیکھتے

ہی دیکھتے سارا گھر زمین بوس ہو گیا ۔

سب حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے سوسائٹی والے باہر

آچکے تھے پولیس آگئی تھی۔

"تجھے بتایا کس نے". سارم نے دبیر کے قریب آ کر پوچھا

"شاید حسن چاچو تھے"۔دبیر نے کہا

باقی باتیں بعد میں کریں گے پہلے انوشے اور حدید کو گھر چھوڑ کر آؤ

میں اور تانیہ یہاں سنبھالتے ہیں"۔

ایلسا منان کے کمرے میں آئی

" میں خوشخبری سننا چاہتا ہوں ایلسا"۔

"سوری مگر حسن علی نے دبیر کو فون کر کے بتا دیا کہ دھماکہ ہونے

والا ہے"۔

"حسن علی نے؟"----

"جی۔"--

"جس نمبر سے حسن علی نے دبیر کو فون کیا تھا اس نمبر کو ٹریک

کرنے کی کوشش کرو"۔

ایلسا ہاں میں سرہلا کر کمرے سے باہر نکل گئی

منان کا فون بجا

"کون"

"حسن علی".

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے فون کرنے کی".

"میں نے تو بس اتنابتانے کے لیے فون کیا ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں تم میری فیملی کو نقصان پہنچانا تو بھول ہی جاؤ"،

"ہاں مگر تمہارا نقصان ہوا ہے پانچ منٹ میں رپورٹ مل جائے گی"

"بکواس بند کرو تمہاری فیملی کوتو میں تمہاری آنکھوں کے سامنے ماروں گا حسن علی تمہاری وہ حالت کروں گا کہ تم موت کی بھیک مانگو گے".

"تم مجھے مار نہیں سکتے اگر مار سکتے تو بہت سال پہلے مار دیتے ، فلحال تم اپنے الٹے دن گننا شروع کرو کیونکہ تمہاری تباہی شروع ہو گئی ہے".

اتنے میں ایلسا بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی "جو ڈرگز ڈلیور کرنے کے لیے بھیجے تھےوہ غائب ہے ."

"کیا"...

" لگتا ہے پہلا تحفہ مل چکا ہے یہ تو صرف 71 کروڑ کا نقصان ہے ابھی

تو تمہاری سلطنت تباہ کرنی ہے .اگلے سرپرائز کا انتظار کرو "".حسن علی

نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا۔

ہم نے ہر جگہ تلاش کر لیا مگر.....

"اس ڈرگز کو مت ڈھونڈو حسن علی کو ڈھونڈو ایلسا میں تمہیں 24

گھنٹے کا وقت دیتا ہوں مجھے حسن علی چاہیے".

نہ تو خدا ہے نہ میرا عشق فرشتوں جیسا،

دونوں انساں ہیں تو پھر کیوں حجابوں میں ملیں،

اب کے بچھڑے تو شاید خوابوں میں ملیں،

جیسے سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملے

تانیہ جب اگلی شام انوشے کے گھرمیں داخل ہوئی تو گھر میں بہت خاموشی تھی اس نے انوشے کی کمرے کا رخ کیا انوشے کمرے میں نہیں تھی۔ اس نے حدید کا کمرہ دیکھا تو وہاں بھی کوئی نہیں تھا اس نے گھبرا کر انوشے کو فون کیا تو انوشے کا فون بجنے کی آواز بھی اس کے کمرے سے آرہی تھی۔

اس نے مرتضی کو فون کیا۔

"ہیلو مرتضی سر"

"ہاں بولو تانیہ"

"سر وہ میں انوشے کے گھر آئی تو اس کے گھر کا دروازہ کھلا تھا اور گھر میں کوئی بھی نہیں ہے میں نے اس کا فون بھی ٹرائی کیا مگر اس کا فون بھی گھر میں ہی ہے مجھے نہیں پتہ وہ لوگ کہاں گئے"۔

"کیا مطلب تمہیں نہیں پتہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری تمہاری تھی"

"سوری سرمگر میں کل سے دبیر بھائی کے ساتھ تھی"-----

"تم آفس پہنچو ہم کچھ کرتے ہیں".

تانیہ کو آفس پہنچے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا مگر انوشےاور حدید کا

ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلا تھا....

"دبیر آفس میں داخل ہوا تو مرتضی اس کی طرف بڑھا"

"کچھ پتہ چلا دبیر"

'ہم نے ہر جگہ ڈھونڈ لیا ڈیڈ ہمارے کسی خبری، کسی آفسرکو کچھ

پتہ نہیں، ڈیڈ ہم نے انوشےاور حدید کو کھو دیا ڈیڈ میں نے ایک بار

پھر سب کو کھو دیا وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا رو رہا تھا میں نے نور کو

کھو دیا ڈیڈ".

مرتضی نے اسے گلے سے لگایا

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا اس بار تم کسی کو نہیں کھو گےمیں

ان دونوں کو واپس لے کرآؤں گا.میں تمہاری نور کو واپس لے کراؤں

گا".

فکر نہ کرو ہم مرتضی کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ اس کا فون بجا.

"ہیلو کون"۔

"مجھے تعارف کی ضرورت ہے۔"

"انوشے اور حدید تمہارے ساتھ ہیں"۔

"ہاں اور میں تم سب سے بھی ملنا چاہتا ہوں ،مجھے اس جگہ ملو جہاں خوشیوں کا سورج غروب ہوا تھا اور غم کی اندھیری رات چھائی تھی" ۔فون بند ہو گیا

مرتضی نے فون بند ہوتے ہی تانیہ،دبیر اور حماد کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا۔

"مگر ہم جا کہاں رہے ہیں "تانیہ نے پوچھا

"ہمارے پرانے گھر"

"ہمارے پرانے گھر کیوں ڈیڈ"

"کیونکہ اسی گھر میں ہماری خوشیوں کا سورج غروب ہوا تھا اور اندھیری رات چھائی تھی۔"

"کیا مطلب"۔ حماد نے پوچھا

" مجھے ابھی حسن علی کی کال آئی تھی وہ وہاں ہمارا انتظار کر رہا ہے اور تم سارم کو کال کر دو وہیں آ جائے گا".

سب مرتضی ہاؤس کی طرف بڑھیں

مناں جو ان سب کی باتیں سن رہا تھا اپنے لوگوں کے ساتھ مرتضی ہاؤس کی طرف بڑھا....

مرتضی لوگ جیسے ہی حویلی میں داخل ہوئے مناں کے آدمیوں میں انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا.

"بھائی سے بعد میں ملنا پہلے ہم سے تو مل لو". مناں بولا

"مناں نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا انہوں نے سب کی گن چھین کر ان کے ہاتھ باندھ دیے"

"افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے مرتضی مگر جتنا بزدل تمہارا بھائی

ہے نا تم مر بھی جاؤ گے تو وہ باہر نہیں آئے گا".

منان کی بات پر دبیر مسکرایا

"میں نے کوئی لطیفہ سنایا ہے ".

"نہیں مگر کسی بزدل کے منہ سے دوسروں کے لیے بزدل سننا

کسی لطیفے سے کم نہیں". دبیر نے ہنستے ہوئے کہا

"کیا کہا تم نے" منان نے ایک زور دار مکا دبیر کے منہ پہ دے مارا

دبیر کے ہونٹ سے خون نکلنے لگا.

"مرتضی تم نے اپنے بیٹے کی کیسی تربیت کی ہے اسے اتنا بھی نہیں

پتہ کہ دو بڑے بات کر رہے ہوں تو بیچ میں نہیں بولتے"

"اپنی تربیت کا کیا خیال ہے"دبیر پھر بولا

"مجھے لگتا ہے تمہیں اپنی زندگی پیاری نہیں ہے لڑکے، تو

شروعات تم سے ہی کرتے ہیں منان نے دبیر کا کالر پکڑ کرسامنے

کھڑا کیا اس نے دبیر کے سر پر اپنی گن ماری اور اسے دیوار میں

دے مارا اب وہ اسے بری طرح پیٹ رہا تھا۔"

"پلیز میرے بھائی کو چھوڑ دو"۔ تانیہ نے کہا۔

منان رکا اور تانیہ کی طرف دیکھا" بہن بھائی کا پیار انٹرسٹنگ"

منان تانیہ کی طرف بڑھا۔ "اسے ہاتھ بھی مت لگانا"۔ دبیرخودکو منان

کے آدمیوں سے چھڑواتے ہوئے بولا۔

منان دبیر کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے تانیہ کے قریب آیا"

ویسے بہن تو تمہاری بہت خوبصورت ہے، ہمارے کام آئے گی منان

نے تانیہ کو اپنے آدمی کی طرف دھکیلا اسے لے جاؤ یہاں سے"۔

تانیہ مسلسل اس آدمی کی پکڑ سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی

۔اچانک تانیہ کو اپنے چہرے پر ایک چھوٹے نقطے جتنی لال رنگ کی

روشنی نظر آئی ۔تانیہ اس روشنی کو دیکھتے ہی نیچے بیٹھ گئی اور

گولی سیدھا اس آدمی کے سر میں لگی۔چاروں طرف سے فائرنگ

شروع ہو گئی منان کے کئی آدمی مارےگئے۔مرتضی نے موقع

دیکھتے ہی حماد کے ہاتھ کھولیں۔

حماد نے گن اٹھائی اور منان کہ سر پر رکھی

"خبردار اگر اب کوئی ہلا تو تمہارے بوس کا سر اڑا دوں گا"

مرتضی نے منان اور اس کے لوگوں کے ہاتھ باندھے۔۔۔۔

کیا لگتا ہے میرے ہاتھ باندھ دو گے تو زندہ بچ جاؤ گےمیں نے یہاں

پر بم پلانٹ کیا ہےاگر میں مرا تو زندہ تم میں سے بھی کوئی نہیں

بچے گا۔

تو تمہیں کیا لگتا ہے ہم نےکچی گولیاں کھیلی ہیں وہ آواز حسن علی

کی تھی سب نے سیڑھیوں کی طرف دیکھا، سیڑھیوں سے نیچے آنے

والا شخص اپنے ہاتھ میں ایک ڈیوائس پکڑے نیچے آیا ،وہ آواز تو

حسن علی کی تھی مگربول سارم رہا تھا ،وہاں کھڑے کسی شخص کو

یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ وائس چینجنگ ڈیوائس یوز کر رہا تھا"۔

"سرپرائز"۔سارم نے کہا۔

منان کو اپنی بیوقوفی کا اندازہ ہو چکا تھا۔

سارم منان کے قریب آیا"کیا ہوا جھٹکا لگا سوچ رہے ہو پہلے دماغ کیوں نہیں کام کیا،دماغ کام کرتا بھی کیسے، تمہارا دماغ تو جیک تھا اور اسے تو پہلے ہی ہم نے میرا مطلب تم نے اوپر پہنچا دیا"۔

منان کے ساتھ ساتھ دبیر اور تانیہ بھی حیران تھے۔

"ابھی حیران ہو گئے ابھی تک تو ایک بڑا جھٹکا باقی ہے"۔سارم نے دبیر کے قریب جا کرکہا۔

سارم ان سب کو لے کر ایک کمرے میں داخل ہوا کمرے میں شیشے کی ایک دیوار تھی یہ لوگ اس طرف دیکھ سکتے تھے مگر اس طرف والا شخص اس طرف نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"تمہارا دوسرا سرپرائز" ۔سارم نے کہہ کرکمرے میں لگا بٹن نیچے

کیا دوسری طرف کی لائٹ جل پڑی وہاں ایک معصوم سی بچی سو رہی

تھی۔

"پری"۔منان کے منہ سے بے اختیار نکلا

تو کیا سوچا تم نےاب حویلی کوبم سے اڑاؤ گے یا نہیں۔ انوشے نے

کمرے میں داخل ہوتےہوئے پوچھا۔

"وہ معصوم سی بچی ہے اسے کچھ مت کرنا"منان کے لہجے میں

التجا تھی۔

جب تم نے دبیر کی بہن کو مارا تو وہ بھی ایک معصوم سی بچی

تھی۔

دبیر حیرانی سے انوشے کو دیکھ رہا تھا انوشے اس کے قریب آئی "اتنی

حیرانی سےمت دیکھو "

"تم نے یہ سب کیسے کیا اور تمہیں یہ سب کب سے پتہ ہے"۔

"کہانی لمبی ہے مگر سنا دیتی ہوں"..

"جس دن تم دونوں نے میری جان بچائی تھی میں مکمل طور پر بے ہوش نہیں تھی،میں نے تم دونوں کی باتیں سنی جب تم سارم سے کہہ رہے تھے یہ سر کو زندہ چاہیے میں نے سنا تھا، اس کے بعد اس دن جب تم ہمارے گھرآئے اور تم نے پوچھا وہ لوگ کون تھے تو میں نے بچکانا سا بہانہ پیش کیا،تم لوگ آسانی سے مان بھی گئےتو میرا شک یقین میں بدل گیا،جب میں میٹنگ کے لیےتمہارے آفس آئی تھی تو میں مرتضی انکل سےملی وہ میرے ساتھ میرے گھر آئے اور انہوں نے مجھے سب کچھ بتایا اورمجھے ایک موبائل بھی دیا ۔اسی موبائل کے ذریعے میں مرتضی انکل کے ساتھ رابطے میں رہی ،اس دن حدید اور مجھے ریسٹورنٹ میں بھی مرتضی انکل کے لوگوں نے بچایا تھا ،میں حدید کی وجہ سے بہت ڈر گئی تھی تو ہم نے منان کی نظر حدید سے ہٹانے کے لیے ڈیڈ کو زندہ کیا ،جیک یہ بہت جلد جان گیا تھا تو ہمیں اسے مارنا تھا،ہمیں منان کو یقین دلانا تھا کہ جیک اسے دھوکہ دے رہا ہے اس لیے اس دن مرتضی انکل

نےتم لوگوں سے کہا تھا کہ منان کا کوئی قریبی حسن علی ملا ہوا

ہےکیونکہ وہ جانتے تھے منان تم لوگوں کی باتیں سن رہا ہے اس رات

منان پر جانلیوا حملہ کرنے والےکو بھی مرتضی انکل نے ہی بھیجا

تھااوربچانے والی بھی ایلسا میرا مطلب عینی(مسز حماد)".

"سب پلان کے مطابق جا رہا تھا جب تم نے مجھ سے تانیہ کے میرے گھر

رہنے کا پوچھا تو میرے جلدی مان جانے پر سارم کو شک ہوگیا، اس نے

میرا پیچھا کرنا شروع کردیا اور اس نے مجھے مرتضی انکل سے ملتے

ہوئے دیکھ لیا ،ہمیں سارم کو بھی اپنے پلان میں شامل کرنا پڑا،ہم نے

سارم کی آواز ریکاڈ کر کے دبیرکو سنائی اور سارم نے ہی حسن علی بن

کر منان سے بات کی ، اور رہی بات پری کی تو منان نے پری کو دنیا سے

چھپا کر رکھا تھا، پری کے بارے میں صرف جیک جانتا تھا ۔پری کا ذکر

پہلی بار عینی نے ایئرپورٹ پر سنا ہمیں پتہ چلا کہ منان کی ایک بیٹی بھی

ہے، منان کی بیوی تو ایک دشمنی کی بھیت چڑھ چکی تھی مگر وہ اپنی

بیٹی کو نہیں کھونا چاہتا تھا اس لیے اس نے پری کو چھپا کر رکھا ، پری

کو ڈھونڈنے میں ہمیں اتنے دن لگ گئے ،جب پری ملی تو ہم نے سوچا اب

یہ چیپٹر بھی کلوز کر ہی دے

"آپ کو کیسے پتہ چلا منان ہماری باتیں سنتا ہے". دبیر نے پوچھا

"آج سے ڈیڑھ سال پہلے ایک بار ہمارے بلڈنگ کی بجلی میں پرابلم آیا تھا

،اس مسئلے کو ٹھیک کرنے کے لیے باہر سے لوگ آئے تھے وہ لوگ

منان کے تھے انہوں نے میرے آفس میں خفیہ کیمرہ اور خفیہ مائک

لگائے تھے ،مجھے یہ سب سمجھنے میں ایک سال لگ گیا تب تک منان

کو یہ پتہ چل چکا تھا انوشے زندہ ہے میں نے کیمرہ نہیں اتارے میں چاہتا

تھا اسے لگے وہ جیسا چاہتا ہے ویسا ہی ہو رہا ہے ".

دبیرمنان کے پاس آیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کربولا"اس وقت

تمہاری بیٹی بھی یہاں موجود ہے اس کی بھی عمر تقریبا وہی

ہے جو میری بہن کی تھی اگر میں چاہوں تو ابھی اسے تمہاری

آنکھوں کے سامنے مار سکتا ہوں ،مگر آج اگر میں اسے مار دوں تو

تم میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا، کاش تم نے میری

فیملی کو مارنے سے پہلے یہ سوچا ہوتا کہ غلط کون تھا ، تم نے

سوچا ہوتا کہ تمہارے بھائی نے کتنے غلط کام کیے ہیں ،اس میں سے

ایک غلط کام لڑکیوں کی تسکری بھی تھا کیا تم ان لڑکیوں کی جگہ

اپنی بیٹی کو رکھ کر سوچ سکتے ہو منان اس وقت اگر تم ہم سے

لڑنے کی بجائے اپنے ہمزاد سے لڑ لیتے تو آج پری کے پاس اس کی

ماں ہوتی ،میرے پاس میری فیملی ہوتی آج انوشے کے پاس اس کے

فادر ہوتے ".

"میں تمہیں مارنا چاہتا تھا منان مگر اب نہیں مارنا چاہتا جو قانون

تمہیں سزا دے گا وہ ہمیں منظور ہو گی".

جب منان کو گرفتار کر کے حویلی سے باہر لے جایا جا رہا تھا تو پری

بھاگتی ہوئی اس کی طرف آئی گارڈز اسے روکنے لگے تو مرتضی

نے اسے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روک دیا

"بابا کہاں جا رہے ہو" پری اپنےننھے ننھے ہاتھوں میں منان کا

چہرہ پکڑ کر بولی

"بابا نے کچھ غلط کیا تھا اور جب غلطی کرتے ہیں تو اس کی سزا بھی تو ملتی ہے نا"-----

"بابا میں ان انوشے آنٹی سے کہوں گی وہ بہت اچھی ہیں وہ آپ کو معاف کر دیں گی"----

"کچھ غلطیوں کی معافی نہیں ہوتی" منان یہ کہنا چاہتا تھا مگر اس کی آواز کانپنے لگی اس کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی وہ پری کے گلے کافی دیر روتا رہا،

دبیر اور انوشے ان کے قریب آئیں اورانوشے نے پری کو منان سے دور کیا۔

"تم دونوں مجھے معاف کر دو میں نے تم دونوں کے ساتھ بہت برا کیا" منان سر جھکا کر بولا

"جب غلطی کا احساس ہو جاتا ہےتو خدا بھی معاف کر دیتا ہے ہم تو پھرانسان ہیں،ہم نے تمہیں معاف کیا"۔دبیر نے کہا

"میں تم سے وعدہ کرتی ہوں تمہاری بیٹی میری ذمہ داری ہے اور تم جب چاہو اپنی بیٹی سے مل سکتے ہو"۔انوشے نے کہا اور پری کو اپنے ساتھ لے گئی۔

تین سال بعد

منان کو پھانسی ہوں چکی تھی۔انوشےاور دبیر کی شادی ہو چکی ہے ان کا ایک بیٹا جس کا نام عبداللہ ہے کہ علاوہ وہ پری کی بھی ذمہ داری اٹھا رہے ہیں۔

سارم اور تانیہ کی بھی شادی ہو چکی ہیں ان کی دو جڑوا بیٹیاں دعا اور ایمان ہیں۔تانیہ نے اپنےبابا کی وفات سے پہلے ایک ماہ ان کے ساتھ ہنسی خوشی گزارا تھا وہ ایک ماہ اس کے لیےزندگی کا سب سے خوبصورت ماہ تھا۔ حدید کو سب پتا چلنے کے بعد اس نے ایجنسی جوائن کر لی۔

ہم لوگوں کے آس پاس اکثرتانیہ اور سارم جیسےلوگ ہوتے ہیں جو ہمیشہ ہنستے رہتے ہیں مگراپنے اندر ایک شگاف چھپا کر رکھتے ہیں،کچھ لوگ دبیر کی طرح خاموش ہوتے ہیں مگر ہمیشہ آپ کا ساتھ دیتے ہیں،ہمیں اپنی زندگی میں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو انوشے کی طرح اپنی خواہشات پر اپنی ذمہ داریوں کو ترجیح دیتے ہیں۔انسان جیسا بھی ہو خوش گوار، خاموش ،ذمہ دار، مگر ہر ایک کو اپنے ہمزاد سے لڑنا پڑتا ہے۔

" میرا انسان اور ہم زاد لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ زندگی میں جب بھی مشکل آئے آپ کو لگے کہ آپ کے دل اور دماغ میں جنگ چل رہی ہے تو یاد رکھیے گا جنگ دل اور دماغ میں نہیں غلط اور صحیح میں ہوتی جنگ انسان اور ہمزاد میں ہوتی ہے"

-------------------------ختم شد-----------------------------